تنظیم اسلامی کا ترجمان

17

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

17 تا 23 شوال المکرم 1441ھ / 9 تا 15 جون 2020ء

خلافت: آزادی اور پابندی کا حسین امتزاج

حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں کہ ''مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہو'' (مسند احمدؒ عن ابی سعید الخدریؓ) اس مثال کو ذرا وسعت دے کر فرض کریں کہ ایک وسیع و عریض میدان ہے جس میں گھوڑے کے بھاگنے دوڑنے کی کافی گنجائش ہے لیکن آپ نہیں چاہتے کہ وہ بالکل آزاد ہو کر فرار ہی ہو جائے، لہٰذا آپ اسے ایک سو گز لمبی رسی کے ذریعے کھونٹے سے باندھ دیتے ہیں۔ اس طرح سو گز نصف قطر کا ایک دائرہ ایسا وجود میں آ جائے گا جس میں گھوڑا آزاد ہوگا۔ البتہ ایک سو ایک واں گز ہر سمت میں ممنوع یا ناممکن ہوگا۔ ایک اسلامی ریاست یا نظامِ خلافت میں آزادی اور پابندی کا جو حسین امتزاج ہوتا ہے وہ اس مثال سے اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ دائرے کا محیط کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی نمائندگی کرتا ہے جس سے تجاوز کی اجازت نہ افراد کو ہے نہ بحیثیت مجموعی معاشرے یا ریاست کو، البتہ اس دائرے کے اندر اندر افراد بھی آزاد ہیں اور ریاست اور معاشرہ بھی۔ چنانچہ اس حصے میں عہد حاضر کے اعلیٰ ترین معیارات کے مطابق جمہوری اقدار کی ترویج و تنفیذ اور ''ان کا معاملہ باہمی مشاورت سے طے ہوتا ہے'' کے قرآنی اصول (سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 38) کے تقاضوں کو عہد حاضر کے بہترین ترقی یافتہ اداروں کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ہند چین کشیدگی اور خطے کا مستقبل؟
ماہِ رمضان کے بعد کا روزہ!
بھارت میں مسلم دشمنی اور افغان طالبان
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ.....
روحِ سعید
ارطغرل ڈراما اور کرنے کا کام

سرداروں کا فیصلہ اور انکارِ آخرت

سُورۃُ المُؤمِنُون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 34 تا 8

وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَکُمۡ اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَکُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا
اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ہَیۡہَاتَ ہَیۡہَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنۡ ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَ
مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴿۳۷﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا رَجُلُۨ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا وَّ مَا نَحۡنُ لَہٗ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳۸﴾

آیت:۳۴ ﴿وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَکُمۡ ۙ اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾﴾ ’’اور اگر تم لوگ اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کرو گے تب تو تم بڑا نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔‘‘

ذرا ان سرداروں کی منطق اور دلیل ملاحظہ ہو۔ یعنی اگر تم لوگ ہماری اطاعت کرو تو درست اور بجا، لیکن اس شخص کا کہنا مانو تو ناقابل قبول! اس لیے کہ ہم پیدائشی سردار ہیں، تمہارے حکمران ہیں، ہمارا حکم تو تمہیں ماننا ہی ماننا ہے۔ ہماری اطاعت تو تم پر لازم ہے ہی، مگر اس شخص کی اطاعت اس لیے نہیں ہو سکتی کہ یہ تمہاری طرح کا انسان ہے۔ یہ دلیل دیتے ہوئے وہ بھول گئے کہ وہ خود کوئی فرشتے نہیں بلکہ اپنے عوام جیسے ہی انسان ہیں اور انسان ہوتے ہوئے ہی وہ اپنے جیسے انسانوں سے اطاعت اور فرمانبرداری کی توقع رکھتے ہیں۔

آیت:۳۵ ﴿اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَکُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ ﴿۳۵﴾﴾ ’’کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (پھر سے) نکال لیے جاؤ گے؟‘‘

آیت:۳۶ ﴿ہَیۡہَاتَ ہَیۡہَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۶﴾﴾ ’’ناممکن! بالکل ناممکن ہے یہ بات جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے!‘‘

آیت:۳۷ ﴿اِنۡ ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴿۳۷﴾﴾ ’’یہ کچھ نہیں ہے مگر بس ہماری دنیا کی زندگی (ہی اصل زندگی) ہے، ہم خود ہی مرتے ہیں اور خود ہی زندہ رہتے ہیں، اور ہم (دوبارہ) اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔‘‘

آیت:۳۸ ﴿اِنۡ ہُوَ اِلَّا رَجُلُۨ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا﴾ ’’یہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے جھوٹ باندھا ہے اللہ پر‘‘

اس نے اپنی نبوت و رسالت کے بارے میں جھوٹ گھڑ کر اللہ سے منسوب کر دیا ہے۔

﴿وَّمَا نَحۡنُ لَہٗ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ ’’اور ہم اس کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔‘‘

فرمان نبویؐ

فضول خرچی سے بچو

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُوْا وَ تَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا فِي غَيْرِ اِسْرَافٍ وَلَا مَخِيْلَةٍ))

(رواہ سنن نسائی)

عمرو بن شعیب، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’تم لوگ کھاؤ اور صدقہ خیرات کرتے رہو اور کپڑا پہنو لیکن فضول خرچی سے بچتے رہو۔‘‘

تشریح: انسان اپنے مال کو فضول خرچی میں ضائع نہ کرے بلکہ کفایت شعاری اور احتیاط کے ساتھ خرچ کرے۔ خورد و نوش کرے، لباس پہنے، خیرات کر کے دوسروں کی مدد کرے لیکن جس چیز سے خود کو بچانا ہے وہ ہے فضول خرچی یعنی مال وہاں خرچ کرے اور اُتنا خرچ کرے جتنی ضرورت ہے۔ گویا وسائل استعمال کرے اُڑائے نہ۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 شوال المکرم 1441ھ جلد 29
9 تا 15 جون 2020ء شمارہ 17

مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہند چین کشیدگی اور خطے کا مستقبل؟

1947ء میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو دوسری عالمی جنگ کے شعلے تو بجھ چکے تھے البتہ بہت سی جگہوں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ خاص طور پر ہیروشیما اور ناگاساقی سے جلی ہوئی انسانی لاشوں کی بدبو ایشیا کی فضا کو مسلسل متعفن کر رہی تھی۔ امریکہ اور سوویت یونین جو فاتحین بن کر اُبھرے تھے۔ بڑے ہال میں میز کے گرد بیٹھ کر دنیا کو اپنے اپنے حساب اور اپنے اپنے مفاد کے مطابق تقسیم کر چکے۔ دنیا دو بڑے دھڑوں میں تقسیم ہوگئی لیکن ان فاتحین کے مابین زبردست نظریاتی بُعد تھا۔ سوویت یونین 1917ء کے معاشی انقلاب کی گرفت میں تھا جس نے State Control Economey کا تصور دیا تھا۔ جس میں نجی ملکیت کی نفی تھی جبکہ امریکہ سرمایہ دارانہ نظام کی گرفت میں آ گیا تھا جس میں Free Market Economy کا تصور تھا۔ گویا دونوں نئی سپر طاقتوں میں نظریاتی طور پر بُعد المشرقین تھا۔ سوویت یونین بے خدا اور مذہب دشمن نظام کا قائل تھا، امریکہ بھی اگرچہ بنیادی طور پر سیکولر ریاست تھی لیکن وہ مذہب کو کمیونزم اور سوویت یونین کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ پاکستان چونکہ ایک نظریاتی ریاست تھی اور اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا تھا لہٰذا امریکہ اور پاکستان کا قرب فطری محسوس ہوا۔ بھارت کی بنیاد سیکولرازم پر تھی اور مذہب کو ریاست کی بنیاد بنانا اُن کے نزدیک غلط تھا لہٰذا بھارت اور سوویت یونین منطقی طور پر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور قریب آئے۔ چین بھی ایک مذہب دشمن ریاست کے طور پر سامنے آئی لہٰذا آغاز میں اُس کے تعلقات بھی سوویت یونین سے اچھے تھے، چین میں سوشلزم کا نعرہ لگا تھا جسے آپ کمیونزم کا چھوٹا بھائی کہہ سکتے ہیں۔ پنڈت نہرو تقسیم ہند سے پہلے ہی سوشلزم کا نعرہ لگا چکے تھے لہٰذا چین بھی بھارت کے قریب آ گیا اور جنوبی ایشیا ہندی چینی بھائی بھائی کے واشگاف نعروں سے گونج اُٹھا۔

امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کو کمیونزم اور سوشلزم سے شدید خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ جنوبی ایشیا میں صرف پاکستان تھا جو امریکہ کا ساتھ دے سکتا تھا لہٰذا امریکہ نے پاکستان کو سیٹو سنٹو جیسے معاہدوں میں جکڑ لیا اور پاکستان کو اُس وقت کے جدید اسلحہ سے لیس کر دیا۔ علاوہ ازیں وہ رضا شاہ پہلوی کو بھی ایران واپس لے آیا اور اُس کی بھی خوب پیٹھ ٹھونکی۔ بھارت کا وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو ایک ہوشیار بلکہ عیار شخص تھا وہ جانتا تھا کہ سوویت یونین جو کچھ بھی ہے سائنس اور ٹیکنالوجی میں امریکہ سے بہت پیچھے ہے اور اُس کے اسلحہ کی کوالٹی امریکہ سے کم تر ہے۔ پنڈت نہرو نے 1962ء میں ایک ڈرامہ رچایا۔ اپنے تمام نظریات وغیرہ بھاڑ میں پھینکے اور چین سے سرحدی جھڑپ مول لے لی اور اُس کا پروپیگنڈا یوں کیا جیسے ایک مکمل جنگ ہونے کو ہے۔ امریکہ جس کی دوست کشی اور بے وفائی مثالی ہے اس نے پاکستان سے یوں منہ موڑا جیسے کوئی تعلق تھا ہی نہیں اور بھارت میں اسلحہ کے ڈھیر لگا دیے۔

بہرحال 1962ء میں بھارت کو چین سے ایسی مار پڑی جو تاریخ کا حصہ بن گئی لیکن پنڈت نہرو کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ اُسے امریکی اسلحہ کی ضرورت تھی جو اُسے مل گیا۔ ہم قارئین کو اِس تفصیل سے بتانا یہ چاہتے تھے کہ 1962ء میں دونوں ممالک یعنی بھارت اور چین کے درمیان کوئی سنگین مسئلہ نہیں تھا۔ آج پھر لداخ میں چین اور بھارت آمنے سامنے ہیں اگرچہ آج بھی دونوں ممالک کے درمیان فوری طور پر کسی بڑی جنگ کی توقع نہیں لیکن یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ آج مسئلہ بڑا سنگین ہے۔ آج دونوں اقتصادی اور عسکری لحاظ سے بہت طاقتور ہو چکے ہیں۔ آج یہ مسئلہ اتنی آسانی سے ختم نہیں ہوگا وہ اِس لیے کہ چین کے لیے BRI اور سی پیک صرف اس کی عزت اور ناک کا مسئلہ نہیں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اقتصادی لحاظ سے اُس کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اگر چین اُن علاقوں سے پیچھے ہٹتا ہے جن پر حال ہی میں اُس نے قبضہ کیا ہے تو گویا وہ سی پیک کو اپنے دشمن کے حوالے کر رہا ہے۔ لہٰذا چین اُس علاقے کو تو خالی کر سکتا ہے جس علاقے کو خالی کرنے کے باوجود اُس کا سی پیک منصوبہ محفوظ و مامون رہتا ہے لیکن وہ اُس بھارتی علاقے کو کسی صورت خالی نہیں کرے گا جہاں سے بھارت سی پیک کے راستے کی رکاوٹ بن سکے۔ بھارت نے حماقت، ضد بازی اور پاکستان سے بغض میں اس مسئلہ کو اپنے لیے سنگین بنا لیا ہے۔

بھارت کو سی پیک سے صرف یہ دشمنی ہے کہ اِس سے پاکستان کو فائدہ پہنچے گا۔ حالانکہ بھارت اگر سی پیک کے حوالے سے چین سے تعاون کرتا تو وہ پاکستان سے بڑھ کر سی پیک سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن حسد بُری بیماری ہے فرد ہو یا قوم حسد کی آگ میں خود ہی کو جلا لیتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ سی پیک تو اصلاً امریکہ کی اقتصادیات اور تجارت کے لیے موت کا پیغام ہے اور بھارت اس وقت پاکستان کی دشمنی میں اندھا ہو کر مکمل طور پر امریکہ کی گود میں جا چکا ہے۔ اس نئی دوستی میں امریکہ نے بھارت کو بہت فائدے دیے ہیں لیکن امریکن کسی صورت فری لنچ کے قائل نہیں۔ اب وہ بھارت کو دھکیل رہے ہیں کہ چین کی راہ میں رکاوٹ بن جاؤ۔ وہ ہماری عالمی بادشاہت کو چیلنج کر رہا ہے اور ہمارا تخت ڈانواں ڈول ہے۔ اِس کام کے لیے امریکہ نے پاکستان پر بھی بہت دباؤ ڈالا لیکن پاکستان کے انکار پر اب اُس کا اس حوالے سے سارا انحصار بھارت پر ہے کہ وہ چین کے گھیراؤ اور محاصرے میں کلیدی رول ادا کرے۔ اب بھارت کے لیے آگے گڑھا پیچھے کھڈا ہے۔ اگر وہ چین کے خلاف امریکہ کے مفاد میں آگے بڑھے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اس کے لیے حالات 1962ء سے بدتر ہیں اور اگر امریکہ کو انکار کرے تو امریکہ دوستی میں اُسے اُٹھا کر جتنا اُوپر لے گیا وہ اُوپر سے اتنے ہی زور سے نیچے پٹخ دے گا۔

میدانِ جنگ پر نظر دوڑائیں تو بھارت اور چین کی مشترکہ سرحد کل 4056 کلومیٹر طویل ہے۔ اِس سرحد کا مغربی حصہ LAC یعنی Line of Actual Control کہلاتا ہے۔ درمیانی چھوٹا سا حصہ غیر متنازعہ ہے۔ مشرق میں میک موہن لائن ہے۔ یہاں ایک پنگونگ نامی جھیل ہے جو 134 کلومیٹر لمبی اور ساڑھے سات کلومیٹر چوڑی ہے۔ 1962ء میں بھی چین نے اِس سمت سے حملہ کیا تھا بھارت کو اب بھی یہی خطرہ ہے کہ چین اِدھر سے حملہ کرے گا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس وقت کسی مکمل جنگ کا خطرہ نہیں لیکن یہ عرض کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ معاملہ وقت کا ہے یہ جنگ ہمیشہ کے لیے نہیں ٹلے گی۔ اب بڑے مفادات نے مسئلہ کو سنگین بنا دیا ہے۔ اور اِس کی سنگینی بڑھتی چلی جائے گی اور ایک وقت آئے گا کہ دونوں ممالک پوائنٹ آف نو ریٹرن پر پہنچ جائیں گے۔ اس لیے امریکہ بھارت کو مسلسل Push کرتا چلا جائے گا۔

BRI منصوبہ اگر پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تو امریکہ کہیں کا نہیں رہے گا اور اگر چین اِس منصوبے کو مکمل کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو اس کا سارا کھیل خراب ہو جاتا ہے۔ پھر امریکہ کے لیے چین کا محاصرہ ممکن ہو جائے گا۔ تب شاید وہ چین کا دونوں طرف سے گھیراؤ کرے زمینی لحاظ سے جنوبی ایشیا کے ممالک کو ساتھ ملا کر سمندر کے راستے آسٹریلیا، جاپان، فلپائن، ملائیشیا کے ذریعے اور یہاں بھی وہ بھارت کو استعمال کر سکتا ہے۔

اس وقت کشیدگی صرف لداخ کے حوالے سے ہے لیکن ایک دوسرا محاذ آہستہ آہستہ سلگ رہا ہے اور وہ سکم کا محاذ ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اِس محاذ پر بھارت چین کے سامنے بہت کمزور ہے۔ قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تقسیم ہند کے وقت تاج برطانیہ کی مہربانیوں اور نوازشوں کی وجہ سے بنگال کو مغربی اور مشرقی بنگال میں تقسیم کرتے وقت بھارت کی چھ ریاستوں، آسام، ناگالینڈ، منی پور، میزوارم، تری پورہ، میگھالیہ کو بھارت سے زمینی طور پر ملانے کے لیے خاص طور پر راستہ دیا گیا تھا جس کا نام Siliguri Corridor ہے جسے عرف عام میں Cheken's neck کہتے ہیں۔

بھارت نے جب سکم کو ضم کر لیا تو ان ریاستوں کی تعداد سات ہو گئی، اس راستے کو مرغی کی گردن کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ راستہ صرف 22 کلومیٹر چوڑا ہے اگر چین آگے بڑھ کر اِس راستے کو بند کر دے تو مرغی کی گردن مروڑی جائے گی اور بھارت کا اپنی ان سات ریاستوں سے زمینی تعلق ختم ہو جائے گا۔ ان تمام ریاستوں میں آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں، اُن کا بھارت سے آزاد ہونا یقینی ہو جائے گا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بھارت اور آسٹریلیا کے مابین ایک دوسرے کے فوجی اڈے استعمال کرنے کا معاہدہ ہوا ہے۔ گویا سمندری راستے سے بھی چین کے گھیراؤ کو بھی تیزی سے آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ لہٰذا بھارت لداخ سرحدی جھڑپوں کو بڑی جنگ کا آغاز سمجھنا چاہیے۔ متحارب فریقین اپنے پسندیدہ محاذ کھولنے کے لیے مناسب وقت کا تعین کریں گے جس میں دیر ہو سکتی ہے۔ لیکن مستقبل قریب میں یہ جنگ ہو کر رہے گی۔ کیونکہ ایک شیطانی قوت کو اِس جنگ کی بڑی ضرورت ہے۔ وہ ایک طرف کرونا کی آڑ میں امریکہ سمیت دنیا کی معیشت کو تباہ کر رہی ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق امریکہ میں سفید سیاہ فام فسادات کی پشت پر بھی وہ ہے۔ دوسری طرف اس خطے کو جنگ میں دھکیل کر اور تباہی و بربادی پھیلا کر یہ شیطانی قوت اُس عالمی قوت کے مرکز کو جسے وہ عالمی جنگوں کے ذریعے برطانیہ سے امریکہ لائی تھی اور اب جو تباہی و بربادی دنیا میں پھیلائی جائے گی اس سے وہ عالمی قوت کا مرکز اسرائیل پہنچ جائے گا۔ یہ ہے اصل منصوبہ جس کی پیش بندی ہونا چاہیے۔ افسوس اور تشویش کی بات یہ ہے کہ مسلمان یا تو اِس شیطانی قوت کے آگے سرنڈر کر چکے ہیں یا ہاتھ دھرے خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں اللہ پر بھروسا کرنا ہوگا لیکن اونٹ کا گھٹنا باندھنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر حقیقی مسلمان بنائے تاکہ ہم امتِ وسطیٰ کا رول ادا کر سکیں۔ آمین!

ماہ رمضان کے بعد کا روزہ!

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ایک سابقہ خطاب جمعہ کی تلخیص

نیکیوں کا موسم بہار رخصت ہو چکا ہے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہ مبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ جنہوں نے شرائط و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس ماہ کے روزے رکھے اور اس کی راتوں میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سننے سنانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ رمضان ہمارے لیے اضافی نیکیاں کمانے کا مہینہ تھا۔ اس کی بہت سی برکات تھیں جن سے مسلمانوں نے اپنے اپنے انداز سے فائدہ اُٹھایا۔ آیئے رمضان کا سبق اپنے ذہن میں تازہ کرلیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ روزے کی عبادت کا حاصل تقویٰ ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں روزہ کی فرضیت کا ذکر آیا ہے، وہیں آخر میں اُس کی حکمت ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ کے الفاظ سے واضح فرما دی گئی ہے۔ یعنی روزہ کے ذریعے اللہ تمہارے اندر تقویٰ اور خدا خوفی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ یہ لفظ جتنا عام اور بکثرت استعمال ہوتا ہے، اتنا ہی اُس کے مفہوم کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ تقویٰ کا تعلق ایک خاص طرح کے لباس اور وضع قطع سے ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ تقویٰ کا اصل تعلق انسان کے باطن اور قلب سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا)) ''تقویٰ یہاں (دل میں) ہوتا ہے''۔ اسی کو خدا خوفی کہتے ہیں۔ تقویٰ کا جوہر بچنا ہے۔ یہ بچنا کس چیز سے ہے؟ اس کا جواب بہت واضح ہے۔ جن چیزوں سے اللہ نے روک دیا ہے، اُن سے بچنا۔ جن چیزوں کے بارے میں فرمادیا کہ یہ ممنوع ہیں، یہ حرام ہیں، اُن سے رُک جانا۔ جو کام اللہ کو پسند نہیں اُن سے اجتناب کرنا۔ جب ہم نے اللہ کو اپنا آقا اور رب مان لیا تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ آقا کی اطاعت کریں، اُس کے آگے سر جھکا دیں، جس چیز سے وہ روک دے اُس سے رُک جائیں۔ ورنہ یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنے کسی نوکر اور خادم کے بارے میں تو یہ تصور رکھیں کہ وہ ہماری ہدایات پر پورا پورا عمل کرے اور ہم نے جس چیز سے اُسے روک دیا ہے اُس سے رُک جائے بصورت دیگر ہم اُسے سخت ترین سزا دینے کے مجاز ہیں، مگر ہم خود اپنے مالک حقیقی کے غلام ہونے کے باوجود اُس کی منع کردہ چیزوں سے نہ رُکیں اور اُس کے احکامات کو دھڑلے سے توڑتے رہیں۔ یہ روش تقویٰ کے سراسر منافی ہے۔

تقویٰ کا اصل مفہوم گناہ، نافرمانی اور ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے۔ پھر اُس میں اُن ذمہ داریوں اور

مرتب: ابو عبداللہ

فرائض کی ادائی بھی شامل ہے جو اللہ نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اگر آپ اِن ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا نہیں کرتے تو یہ بھی گناہ ہے، اور تقویٰ کے منافی ہے۔ مثلاً اللہ نے نماز فرض کی ہے، لیکن آپ نماز نہیں پڑھتے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اِسی طرح دیگر دینی ذمہ داریاں جیسے دعوت دین، شہادت علی الناس اگر آپ ادا نہیں کرتے تو گویا تقویٰ کا تقاضا پورا نہیں کرتے۔ اللہ کو رب مان کر اُس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے رب کو فی الواقع رب نہیں مانا بلکہ رب کا مقام اپنی عقل یا نفس کو دے دیا ہے۔ بہر کیف تقویٰ کا بنیادی مفہوم گناہ، معصیت، نافرمانی، اور اللہ کے حکم کو توڑنے سے بچنا ہے۔ لیکن وسیع تر مفہوم میں کسی بھی معاملے میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی اطاعت بجا لانا ہے۔ چنانچہ تقویٰ کے حوالے سے ہمیں اوّلین مرحلے میں گناہ اور حرام کام سے رُکنا ہے اور اس کا ٹمسٹ ٹیسٹ سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع کے آخر میں مال کے معاملے میں بدعنوانی سے بچنا آیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:188)

(ترجمہ) ''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر نہ کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔''

اِس رکوع میں روزے کے احکام و مسائل کا بیان آیا ہے، اور اس کے آخر میں مالیاتی معاملات کے ضمن ہدایات دی جارہی ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ ان ہدایات کا تعلق روزے سے نہیں ہے، لیکن والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا روزے سے گہرا تعلق ہے۔ وہ اس طرح کہ ابتدائے رکوع میں روزے کی غرض و غایت تقویٰ بتائی گئی ہے، اور آخری آیت میں تقویٰ کے ایک اہم ٹیسٹ مالی بدعنوانی سے بچنے کا تذکرہ ہے۔ یعنی اگر واقعی تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو گیا ہے تو اُس کو جانچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا جائزہ لو کہ تم مالی معاملات میں بدعنوانی سے بچتے ہو یا نہیں۔ سودی لین دین، رشوت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے سے اجتناب کرتے ہو یا ان گناہوں میں ملوث ہوتے ہو۔ تمہارے مالی معاملات سے معلوم ہوگا کہ تمہارے اندر خدا خوفی اور تقویٰ ہے یا نہیں ہے۔ ایک شخص تہجد گزار ہے، اور اس نے لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے، لیکن اگر وہ بددیانتی، رشوت خوری اور سودی لین دین میں ملوث ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تقویٰ

سے محروم ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی میں تقویٰ ہو اور وہ رشوت دے کر ناجائز مقصد حاصل کرے اور دوسرے کا حق مارے۔ مالی معاملات میں بدعنوانی اور حرام خوری کی ہمارے دین میں اس قدر شناعت آئی ہے کہ ایسے لوگوں کی دعاؤں کی قبولیت کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیزوں کو پسند کرتا ہے اس نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: اے رسولو، پاکیزہ چیز میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو عمل کرتے ہو بے شک میں اس کا علم رکھتا ہوں۔ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے ایمان والو، ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرے اور اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوں، پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کر کے دعا کرے اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام ہو، اس کا لباس حرام اور اس کا پینا حرام ہو، اس کو حرام کے ذریعے غذا پہنچائی گئی ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔'' (سنن دارمی)

بھائیو، ہمارے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حرام میں ملوث ہونے والے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی تو پھر کون سا عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔

روزے اور اُس کے حاصل تقویٰ کے حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بڑی پیاری بات اپنے کتابچے ''دو روزے'' میں لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روزہ دو طرح کا ہے۔ ایک روزہ تو رمضان کا ہے جو آدمی صبح سے شام تک رکھتا ہے۔ یہ روزہ رمضان کے ساتھ ہی مکمل ہو جاتا ہے، لیکن ایک دوسرا روزہ بھی ہے۔ یہ رمضان کا روزہ نہیں، پوری زندگی کا روزہ ہے۔ رمضان کے روزے کا افطار روزہ دار شام کے وقت کرتا ہے لیکن پوری زندگی کا روزہ موت پر ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ روزہ زندگی کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان پوری زندگی اُن چیزوں سے رُکا رہے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ ماہ رمضان میں آپ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے بچتے ہیں اور یوں ایک طیب اور جائز کام سے بھی اللہ کی رضا کی خاطر رکتے ہیں۔ رمضان کے روزہ کی یہ ٹریننگ سال کے بقیہ گیارہ مہینے گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے ہے۔ رمضان کے روزہ کی پابندیاں تو محدود وقت کے لیے ہیں لیکن جو چیزیں شریعت نے حرام کر دی ہیں، وہ مستقلاً حرام ہیں۔ مثلاً موسیقی ہر صورت میں حرام ہے۔ بے پردگی ہر صورت گناہ ہے۔ فحاشی و عریانی ہر صورت میں اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی شے ہے، چاہے یہ شادی بیاہ کے موقع پر ہو یا جشن اور تہواروں کے مواقع پر۔ یوں تقویٰ کے حوالے سے رمضان کے روزہ کا پوری زندگی کے ساتھ رشتہ جڑ جاتا ہے۔ بہرکیف اگر ہم گناہوں اور منکرات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اللہ نے ہم پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اگر اُن کو ادا نہیں کر رہے تو یہ بھی تقویٰ کے منافی ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی اللہ کی نافرمانی ہے۔ مثلاً اللہ نے ہم پر نماز فرض کی ہے۔ ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ اُس نے جہاد ہم پر فرض کیا ہے۔ یعنی راہ حق میں اپنی توانائیاں، اپنی صلاحیتیں، اپنے اوقات اور اپنا جان و مال لگانا۔ جہاد ہی کی بلند ترین منزل قتال ہے، مگر یہ ہر وقت فرض نہیں ہوتا۔ البتہ جہاد بمعنی جدوجہد ہر وقت فرض ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (الحج: 78) ''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔''

اگر ہم جہاد نہیں کرتے تو یہ بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔ جہاد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا کہ مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر اور پھر شک میں نہ پڑیں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ (آیت: 15)

پریس ریلیز 5 جون 2020ء

لداخ میں ہند چینی سرحدی جھڑپیں مکمل جنگ میں تبدیل ہوسکتی ہیں

حافظ عاکف سعید

لداخ میں ہند چینی سرحدی جھڑپیں مکمل جنگ میں تبدیل ہوسکتی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ چین کے لیے ممکن نہیں کہ اب وہ اس مرحلہ پر سی پیک کو غیر محفوظ چھوڑ دے اور بھارت خطے میں من مانی کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت سی پیک سے فوائد حاصل کرنے کی بجائے امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے چین سے سر پھٹول کر رہا ہے۔ جس سے خطے میں جنگ کے شعلے بھڑک سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کو سوچنا چاہیے کہ یہ خطہ اگر میدان جنگ بنا تو کسی ایک فریق کو نہیں بلکہ خطے کے تمام ممالک کو شدید نقصان پہنچے گا۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ امریکہ کا ماضی یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ کبھی کسی کا حقیقی اور مخلص دوست نہیں رہا۔

انہوں نے کہا کہ پیمرا کا قادیانیوں کے ٹی وی چینلز کی نشریات کو بند کرنا اگرچہ ایک احسن قدم ہے لیکن اصلاً ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اسلام دشمن گروہ کے تمام ذرائع ابلاغ کو مکمل طور پر بند کیا جائے کیونکہ آئین پاکستان کے مطابق وہ اپنے جھوٹے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے حکومت سے پُرزور مطالبہ کیا کہ ان کی اسلام اور پاکستان دشمن سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔

انہوں نے ٹڈی دل کے فصلوں کو نقصان پہنچانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں انفرادی اور اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اس حوالے سے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم مملکت خداداد پاکستان کو صحیح اور حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

یعنی سچے اہلِ ایمان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی راہ میں، اُس کے دین کی اشاعت اور نفاذ کے لیے اپنی توانائیاں خرچ کریں، اپنے وسائل خرچ کریں، اس راستے میں سختیاں اور مشکلات برداشت کریں۔ مکی زندگی میں یہی جہاد ہورہا تھا۔

آج مسلمانوں میں عام تصور یہ ہے کہ ہمارے پاس جو وقت ہے یہ دنیا کمانے اور دنیا کو بہتر بنانے کے لیے ہے، مگر ایک بندۂ مومن کا تصور یہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ تلاشِ معاش کے لیے بھاگ دوڑ اور تگ ودو وہ بھی کرتا ہے، مگر اُس کی اصل توانائیاں جہاد فی سبیل اللہ اور شہادتِ حق کے فریضے کی ادائی میں لگتی ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں خرچ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ کام بہرصورت کرنا ہے۔ پہلے تو یہ کام ہمیں زبان سے کرنا ہے، اور جب طاقت حاصل ہوجائے تو پھر قوت سے برائی اور غلط نظام کا راستہ روکنا ہے۔ یہ ہمارا فرضِ منصبی ہے۔ افسوس کہ ہم اس سے غافل ہیں۔ ہمیں اس کا شعور ہی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں تو ہم بڑے حساس ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا ہیں۔ رفع یدین کرنا ہے یا نہیں؟ تراویح کی کتنی رکعات ہیں؟ لیکن اپنی اصل ذمہ داری اور بحیثیت امت اپنے مشن کی جانب ہماری کوئی توجہ نہیں۔ مسلمانانِ پاکستان ہی کے حال پر غور کرلیجئے کہ پوری قوم بغاوت کے راستے پر چل رہی ہے، مگر ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں۔ پوری قوم نے سودی معیشت اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ چھیڑ رکھی ہے، لیکن ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مشن اور ذمہ داریوں کا شعور حاصل کریں۔ لوگوں تک دین کا پیغام پہنچائیں، غلبۂ دینِ حق کے لیے اپنی صلاحیتیں لگائیں۔ راہِ حق میں جدوجہد کا آغاز دعوت سے ہوگا، اگرچہ پھر وہ مرحلہ بھی آئے گا جب یہ جدوجہد تصادم تک بھی پہنچے گی، لیکن پہلے ہی مرحلے میں تلوار ہاتھ میں لے لینا، یا آج کے دور میں بغیر تیاری کے عوامی تحریک برپا کردینا صحیح نہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مکی دور میں جو دعوت کا دور ہے ہمیں قرآن کے ذریعے جہاد نظر آتا ہے۔ آپؐ کو حکم تھا کہ ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (الفرقان:52) یعنی ''اُن سے اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد کریں۔'' تو ہمیں بھی غلبۂ دین کی جدوجہد کے پہلے مرحلے میں دعوت دینی ہے، اور قرآن کے ذریعے جہاد کرنا ہے۔ قرآن کے ذریعے لوگوں پر واضح ہوگا کہ اُن کی دینی ذمہ داریاں کیا ہیں اور مسلمان ہونے کا کیا مطلب ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اس بات پر تو خوش ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے کہ ہمیں قرآن میں ''خیرِ امت'' کہا گیا ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ کتاب اللہ میں جہاں ہمیں یہ لقب دیا گیا ہے وہیں ہماری ذمہ داری امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی بتائی گئی ہے۔ آج مسلمان اِس سے بے گانہ ہیں، بلکہ انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ منبر ومحراب سے بھی مسلمانوں کو اُن کی ذمہ داریاں یاد نہیں کرائی جاتیں۔ ہم اس بات کے تو امیدوار بنتے ہیں کہ حضور ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے لیکن وہ عظیم مشن جو آپؐ نے ہمارے حوالے کیا ہے، اُس سے مجرمانہ غفلت کو ہم نے شعار بنا رکھا ہے، اور اللہ کے دین اور رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنا سارا وقت، صلاحیتیں، دنیا کمانے میں لگائیں اور دجالی فتنے کے سیلاب میں بہہ کر دنیا داری ہی کو اپنا مقصدِ حیات بنالیں اور اس خیال سے کہ ہماری شفاعت ہوجائے گی، نیک بننے اور بحیثیت امت اپنے مشن کو ادا کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہ کریں۔

یہودی یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے اور لاڈلے ہیں۔ لہٰذا جنت ہمارے ہی لیے ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر فی الواقع ان کو اس بات کا یقین ہے تو پھر انہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کریں، لیکن یہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ یہ لٹمس ٹیسٹ ہمارے لیے بھی ہے۔ ہمیں دنیا کی بجائے آخرت کی فوز وفلاح کو مقصد بنانا ہوگا۔ اگر ہمارے دل میں اللہ سے ملاقات کا شوق ہے، اور ہم دینی ذمہ داریوں کو ادا کررہے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے فی الواقع آخرت کو مطلوب بنایا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر اپنے آپ کو طفل تسلیاں دے رہے ہیں۔ آیئے آج ہی سے یہ عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی سے حرام، کو باہر نکال دیں گے۔ معیشت، معاشرت اور معاملات میں منکرات سے بچیں گے، ہم سے دینی ذمہ داریوں کی ادائی میں جو کوتاہی ہورہی ہے اس کا ازالہ کر کے ان کی ادائی کی کوشش شروع کردیں گے۔ ہمارے جسم وجان اور مال و اوقات کا ایک حصہ دین کے لیے لگے گا۔ بحیثیت امت ہمیں شہادت علی الناس کا جو مشن سونپا گیا ہے اُس کو آگے بڑھانے اور دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں عملاً شریک ہوں گے۔ چونکہ یہ مشن رسول اکرم ﷺ کا تھا لہٰذا اس کی ادائی اللہ کے ساتھ ساتھ اُس کے رسول ﷺ سے بھی وفاداری کا تقاضا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیے۔ اللہ کرے کہ ہم اس رُخ پر سوچنے پر تیار ہوجائیں۔

اس موقع پر میں ایک اور غلط فہمی بھی دور کردینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے وہ متقین ہیں۔ جنت اہلِ تقویٰ کے لیے تیار کی گئی ہے۔ یہ بات جو عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں ہے کہ ایک کلمہ گو شخص جس کا گناہوں کا پلڑا جھک گیا، اپنے گناہوں کی بقدر سزا پا کر بالآخر جنت میں داخل ہوجائے گا اگرچہ ہمارے عقیدے کا حصہ ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کس چیز کو کامیابی قرار دیتا ہے۔ آگ میں کچھ دیر کے لیے بھی ڈالا جانا سخت خسارے کی بات ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ﴿مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آلِ عمران:185) ''جو شخص (جہنم کی) آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا حقیقت میں وہ کامیاب ہے۔'' یعنی کامیاب شخص وہ ہے جو ایک لحظے کے لیے بھی آگ میں نہ ڈالا جائے، ایسے شخص کو اُس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو شخص ایک لمحے کے لیے بھی جہنم میں ڈال دیا گیا، اُس کا تو سب کچھ برباد ہوگیا۔ جہنم کی آگ کا عذاب اس قدر سخت ہے کہ اِسے کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ حدیث کے مطابق ایک شخص کو تھوڑی دیر کے لیے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا تو وہ دنیا کا سارا آرام وآسائش بھول جائے گا۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ گناہ گاروں کو نہ جانے کتنا عرصہ آگ میں جلنا پڑے۔ ہم میں سے بہت سے مسلمان اِسی پر قناعت کیے بیٹھے ہیں کہ چلو بالآخر تو جنت میں پہنچ ہی جائیں گے۔ حالانکہ ہماری سوچ یہ ہونی چاہیے کہ جیسے بھی ہو کہ ہم جہنم میں جانے سے بچ جائیں، ہمیں آگ میں ڈالا ہی نہ جائے۔ قرآن میں کفار کے بارے میں کہا گیا کہ ﴿فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾ (البقرہ:175) یعنی کفار جنہیں جہنم کی بار بار وعیدیں سنائی جارہی ہیں، کسی طور ایمان لانے کو تیار نہیں۔ یہ کتنے جگرے والے ہیں کہ جہنم سے بچنے کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ بہرکیف ہمیں نارِ جہنم سے بچنے کی فکر کرنی اور اُس راستے پر چلنا ہے جو ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں لے جائے۔ یہ راستہ ایمان اور تقویٰ والا راستہ ہے۔ یعنی ہمارے دل میں پختہ یقین ہو، اور ہم ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کریں۔ ماہ رمضان کے بعد ہمیں اس رُخ پر سوچنا چاہیے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

11

علم چوں روشن کند آب و گِلش
از خدا ترسندہ تر گردد دلش

ترجمہ کائنات میں آیاتِ الٰہی پر غور و فکر سے جب بندۂ مومن کا وجود منور ہو جاتا ہے اس کے دل میں (اللہ تعالیٰ کی حقیقی محبت و معرفت کے باعث) خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے

تشریح تخلیق کائنات پر غور وفکر سے عقل مند انسان (اولوالالباب) کو ایک بصیرتِ باطنی (INSIGHT) حاصل ہوتی ہے جو معرفت خداوندی تک جاتی ہے اور پھر انسان کو اللہ پر ایمان کی منزل مل جاتی ہے۔ غور وفکر کے نتیجے میں ایمان باللہ کی یہ کیفیت چونکہ انسان کو خود اپنی کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور یہ کامیابی اس کی محنت اور ذہنی سفر کا نتیجہ ہوتی ہے لہٰذا ایسا ایمان شعوری ایمان ہوتا ہے (جیسا ایمان نومسلم کو نصیب ہوتا ہے) اور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کا جذبہ (تقویٰ) حاصل ہوتا ہے ایسے ایمان سے جب جسد انسانی کے اندر ایمانی شمع روشن ہوتی ہے تو آیاتِ نور (النور: 35 تا 40) کے مصداق پورا وجودِ انسانی (آب وگِل کا مجموعہ) گلوب کی طرح منور ہو جاتا ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حقیقی محبت کے باعث اپنی عملی کوتاہیوں پر خوفِ خدا (تقویٰ) پیدا ہوتا ہے۔

12

علم اشیا خاکِ ما را کیمیا ست
آہ! در افرنگ تاثیرش جدا ست

ترجمہ اشیاء کا یہ علم ہم انسانوں کے خاکی وجود کے لیے کیمیا اور اکسیر ہے۔ افسوس کہ فرنگی پر اس علم الاشیاء کی تاثیر (استحصالی ذہنیت کی وجہ سے) جدا ہے

تشریح انسان کو دنیا میں بھیجے جانے اور عقلی و تجرباتی علوم کو صدیوں کے تعامل کے بعد آج کی اعلیٰ سطح پر پہنچانے کا کام عظمت انسانی کی دلیل ہے اور انسان اپنے ضمیر کی رہنمائی میں اپنے مشاہدات سے جو نتائج نکالتا ہے وہ انسان کو اس مادی دنیا سے بہت بلند کر کے ایک SPIRITUAL دنیا میں لے جاتا ہے جس سے انسان معرفت خداوندی حاصل کرتا ہے اور دنیا میں اللہ کا خلیفہ اور دست قدرت اور زبان بن جاتا ہے (1) مگر ایسی انسانی رفعت و بلندی کے لیے جس خیالِ بلند اور ذوقِ لطیف کی ضرورت ہے وہ مغرب میں کب کا ختم ہو چکا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط تک شاید کچھ مغربی انسان ایسے تھے جن میں CONSCIENCE نام کی کوئی 'شے' تھی مگر اس کے بعد تو وہ صرف 'آب وگِل' کا مجموعہ رہ گئے اور CONSCIENCE کا لفظ بھی عام تحریروں (ادب اور شاعری) سے ختم ہو چکا ہے۔

عقلی و تجرباتی علوم مشرق کے لیے کیمیا ہے اور انسانی EMANCIPATION کا باعث ہے جبکہ آج کی مغربی اقوام نے اس میں صہیونیت کے NEW WROLD ORDER کا زہر ملا کر اپنی ہلاکت کا باعث بنالیا ہے اور اب واقعی تہذیب مغرب کے لیے END OF HISTORY یا تباہی کا مرحلہ عقل مندوں کو اپنی آنکھوں سے نظر آ رہا ہے۔

13

عقل و فکرش بے عیارِ خوب و زشت
چشمِ او بے نم، دلِ او سنگ و خشت

ترجمہ اس کی سوچ اچھائی برائی کی تمیز سے مبرا ہے (یوں وہ انسانی ہمدردی اور انسان دوستی کے مظاہر سے تہی دست ہے) اس کی آنکھ بے نم اور دل پتھر کا ہے

تشریح فارسی کا ایک محاورہ بڑا دلچسپ ہے جو ایک دانا نے شعر میں پرویا ہے۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کسی کام کی بنیاد ہی غلط ہو تو وہ کام پھیل کر جب اپنی منطقی انتہا کو پہنچے گا اور پھل لائے گا تو دیکھنے والوں کی نگاہ میں اور زیادہ خوفناک اور انسان دشمن ہو جائے گا (2) مغرب کی عقل وفکر کی کجی تو اہل نظر کو مذہب و حکومت کی جدائی، سود کو حلال کر کے انسانی استحصال کا ذریعہ بنانے، انسان کو حیوان بنانے والے فلسفے (THEORIES) سامنے لا کر ضمیر (یعنی خودی) کی موت کا اہتمام کرنے کے اقدامات سے ہی نظر آ رہی تھی مگر بیسویں صدی کے نصف آخر سے جس طرح صہیونیت نے UNO کے ذریعے اپنے نیو ورلڈ آرڈر کو دنیا میں عام کر کے اپنے عزائم کو عریاں کر دیا ہے تو انسانیت کا ضمیر ہی مر گیا ہے اور آج مغرب کے انسان چلتی پھرتی لاشوں کے سوا کچھ نہیں (3) علامہ اقبال نے اس کیفیت کی ترجمانی ایک ہندی شعر کو اردو میں ڈھال کر سامنے رکھ دی ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

(1) خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
(علامہ اقبال، طلوع اسلام)

(2) تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا
(علامہ اقبال)

(3) قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو 'مُردے' کہا گیا ہے کہ کوئی دانا شخص اب ان کو حق کی بات سنا نہیں سکتا۔ یہ نادان انسان دھرتی پر بوجھ ہیں اور جانوروں کی مانند ہیں۔

پاکستان ہندو کی متعصبانہ سوچ نے بنایا اور اب بھی اگر ہندو انتہا پسندوں نے اپنی سوچ نہ بدلی تو ہندوستان میں کئی اور پاکستان بنیں گے: ایوب بیگ مرزا

اگر مسلم ممالک مل کر کوئی اقدام کریں تو کیا اسرائیل اور کیا بھارت سب گھٹنے ٹیک دیں گے لیکن مسلم حکمرانوں کو اُمت اور اسلام سے زیادہ کرسی عزیز ہے: رضاء الحق

بھارت میں مسلم دشمنی اور افغان طالبان کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: بھارت کے حوالے سے افغان طالبان کے تازہ بیان کے افغانستان انڈیا تعلقات پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

رضاء الحق: قطر میں افغان طالبان کے دفتر کے انچارج اور طالبان سیاسی لیڈر شیر محمد عباس ستانکزئی نے ایک انٹرویو دیا جس کی الجزیرہ ٹی وی کے اندر بھی بڑی خبریں آئی ہیں۔ وہ پورا انٹرویو سننے کے قابل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو جب وہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ شیر محمد ستانکزئی نے اپنے انٹرویو میں افغانستان کی چالیس سالہ تاریخ میں بھارت کی پالیسی اور کردار پر جس انداز میں روشنی ڈالی ہے وہ غور طلب ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا اور شمالی اتحاد کے ساتھ مل کر نجیب اللہ کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی تو بھارت اس سارے میں معاملے میں سوویت یونین کے ساتھ کھڑا رہا۔ ایران بھی اگرچہ شمالی اتحاد کے ساتھ تھا لیکن روس نے زیادہ تر بھارت کو وہاں استعمال کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس چالیس سالیہ دور میں بھارت نے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے ہمیشہ افغانستان میں باغیوں کا ساتھ دیا ہے۔ یعنی ہمیشہ افغان عوام کے مخالف لوگوں کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے سوویت یونین کی شکست کے بعد افغانستان میں خانہ جنگی کے دور کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ اس خانہ جنگی میں بھی بھارت کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ گویا بھارت نے ہمیشہ افغان طالبان کی موومنٹ کے خلاف کردار ادا کیا۔ اس خانہ جنگی کے بعد جب افغان طالبان کی حکومت قائم ہوئی اور اس کو ختم کرنے کے لیے جب نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا تو افغان طالبان کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے بہت سے دوسرے ممالک نے امریکہ کو سپورٹ کیا لیکن انڈیا نے بالخصوص زیادہ سپورٹ کیا۔ اس پورے دور میں بھارت لاجسٹک طور پر امریکن کیمپ میں موجود رہا۔ اس نے امریکی افواج کو بھی سپورٹ کیا اور وہاں سترہ قونصلیٹ کھولے تاکہ افغان طالبان اور پاکستان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکے۔ ان قونصلیٹ میں را کے ایجنٹس موجود تھے جو پاکستان میں بھی دہشت گردی کرانے کے لیے وہاں سے اپنے نیٹ ورک کو مانیٹر کر رہے تھے۔ افغان طالبان یہ سمجھتے ہیں کہ انڈیا کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات قائم نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ہمیشہ دھوکہ دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی بیرونی طاقت کے بل پر کام کر رہا ہوتا ہے یا اپنے انتہا پسند اور مسلم دشمن لوگوں کی سوچ کے مطابق کام کر رہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں کی آپس میں نہیں بنتی۔

ایوب بیگ مرزا: جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا اور افغان عوام کے خلاف اقدام کرتے ہوئے وہاں قبضہ کر لیا تو وہ کامیاب نہیں ہو سکا بلکہ بری طرح شکست و ریخت کا شکار ہو گیا۔ لیکن آخری مرحلہ میں سوویت یونین نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق انڈیا کو کہا تھا کہ تم پاکستان پر حملہ کردو کیونکہ پاکستان اس وقت افغان مجاہدین کی مدد کر رہا ہے۔ انڈیا پہلے تو تیار ہو گیا لیکن پھر آخری موقعہ پر امریکی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ بات اس وقت بہت عام ہوئی تھی کیونکہ خفیہ ایجنسیوں نے یہ بات پھیلائی تھی۔

سوال: افغان طالبان نے انڈیا کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ہے۔ کیا یہ امریکہ طالبان امن معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہو گی؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ افغان طالبان اور امریکہ کے درمیان معاہدے میں یہ بات شامل ہے کہ طالبان کسی دوسری جگہ کوئی کارروائی نہیں کریں گے لیکن پہلی بات یہ ہے کہ وہ معاہدہ ہے کہاں؟ اس کے تو اس وقت تک چیتھڑے اُڑ چکے ہیں جو کہ خود امریکہ نے اُڑا دیے ہیں۔ پھر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاہدے تو ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ ان کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن یہاں امریکہ نے معاہدے کے فوری بعد اس کی خلاف ورزی میں اقدامات شروع کر دیے تھے۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی معاہدے کی خلاف ورزی کرتا تھا تو معاہدے کے کاغذ کو پھاڑ دیا جاتا تھا لیکن آج کل ہر معاملے میں سیاست کھیلی جاتی ہے۔ چنانچہ اس معاہدے کے خلاف بھی ایک طرف اقدامات کیے جا رہے ہیں اور دوسری طرف اس معاہدے پر عمل درآمد کے دعوے بھی ہو رہے ہیں۔ یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ افغان طالبان نے جہاد کا اعلان کیا ہے۔ یہ جھوٹی خبر ہے۔ افغان طالبان نے خود اس خبر کے جھوٹے ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ جس اخبار نے یہ خبر شائع کی تھی یعنی ڈیلی ٹائمز اس کا جھکاؤ اسلام دشمن قوتوں کی طرف ثابت

شدہ ہے۔ یہ اخبار والے تو اکثر پاکستان کے خلاف بھی بات کر دیتے ہیں۔ بہر حال جہاد کی اپنی جگہ بہت اہمیت ہے لیکن اس کے لیے بھی موقع و محل دیکھا جاتا ہے۔ افغان طالبان تو اس وقت افغانستان کی سرزمین کو امریکیوں سے پاک کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ البتہ شیر محمد عباس ستانکزئی کے بیان کو سامنے رکھیں تو اس میں تھوڑا شارہ ملتا ہے کیونکہ زلمے خلیل زاد نے ان سے کہا تھا کہ آپ بھارت سے مذاکرات کریں لیکن انہوں نے صاف جواب دیا کہ ہم انڈیا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کا موقف بھی یہی ہے کہ افغانستان کے معاملے میں انڈیا کا کوئی رول نہیں ہوگا حالانکہ امریکہ کی زبردست کوششوں کے باوجود آج تک انڈیا وہاں کوئی رول ادا نہیں کر سکا۔ اسی لیے تو وہ غیر قانونی کارروائیاں کر رہا ہے۔ اب جبکہ امریکہ کی شکست اور افغان طالبان کی فتح نوشتہ دیوار ہے تو ایسی صورت میں انڈیا کو کوئی رول دینا ممکن نہیں تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان میں افغانیوں کو اپنے معاملات کو خود حل کرنا ہوگا اور کسی دوسرے ملک بشمول پاکستان کو ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ پاکستان ان کو سپورٹ کر سکتا ہے۔

رضاء الحق: اصل میں انڈیا اس وقت خود داخلی مشکلات کا شکار ہے۔ اس طرف سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لیے بھارت کو ایک way out چاہیے ہوتا ہے اور کچھ لوگ فیک نیوز بنا کر اس کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ انڈیا کے مخالف کے لیے تھوڑی مشکل پیدا ہوجائے۔ پھر اسلامی احیائی تحریکوں کی جو جھلک افغانستان میں افغان طالبان کی صورت میں نظر آرہی ہے اور اس کی کچھ جھلک کشمیر میں بھی نظر آرہی ہے تو امریکہ یہ چاہتا ہے کہ یہ تحریک دب جائے اور دوبارہ کہیں بھی نہ اُبھر سکے۔ کیونکہ امریکہ اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کو ان سے خطرہ ہے۔ اس لیے وہ فیک نیوز بنوا کر ایسی حرکتیں کرتے ہیں تاکہ ان تحریکوں کے خلاف پیشگی بندوبست کیا جاسکے۔

سوال: انڈیا میں کرونا وائرس کی آڑ میں مسلمانوں کی نسل کشی پر مسلم امہ کا کیا ردعمل ہونا چاہیے؟

رضاء الحق: انڈیا، امریکہ اور اسرائیل ایک شیطانی ٹرائیو ایٹ ہے، جس طرح رومن ایمپائر میں تین بدمعاش جا کر حملہ کرتے تھے۔ اسرائیل اور انڈیا میں کچھ چیزیں مشترک ہیں۔ مثال کے طور پر وہ مسلمانوں کی نسل کشی چاہتے ہیں۔ ایک فلسطین میں کر رہا ہے اور دوسرا کشمیر میں کر رہا ہے۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان ہر دور میں موجود رہے ہیں اور آنے والے دور میں بھی موجود رہیں گے۔ انڈیا نے پہلے کشمیر کی آئینی حیثیت کو ختم کیا پھر اسی سال کشمیر سے متعلقہ ری آرگنائزیشن آرڈر ٹوینٹی ٹوینٹی پاس کیا جو ڈیموگرافک چینج کے لیے تھا کہ وہاں پر ہندو پنڈتوں، تاجروں اور انتہا پسند ہندوؤں کی آبادکاری کی جائے۔ ان کو مسلمانوں کی نسل کشی اور ڈیموگرافک چینج میں فائدہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سٹیٹ مشینری (کورٹس، عسکری و سول حکومت) مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ پھر ہندو میں پاکستان دشمنی بھی کوٹ کوٹ کر

> **اگر بی جے پی نے زبردستی کشمیر میں ہندو آباد کیے تو کشمیری انہیں بھگائیں یا نہ بھگائیں وہ خود بھاگ جائیں گے۔ آج سے بیس سال پہلے بھی یہ کوشش ہوئی تھی لیکن ناکام ہوئی۔**

بھری ہوئی ہے اور آج کل چین کے ساتھ بھی اس کی چپقلش چل رہی ہے بالخصوص لداخ کے بارڈر پر دونوں کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ انڈیا کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی چادر کو دیکھے بغیر پاؤں پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ احمقانہ روش ہے جو بالآخر اسی کو خسارے میں ڈالے گی۔ وہ اسرائیل کی نقل کر رہا ہے حالانکہ اسرائیل اگر کوئی ایسا کام کرتا ہے تو وہ پوری پلاننگ کے ساتھ کرتا ہے اور وہ کام کرتا ہے جس میں اس کو کامیابی یقینی نظر آتی ہے۔ کشمیر میں پچھلے کچھ سالوں سے کافی تبدیلیاں دیکھنے کو ملی ہیں۔ بالخصوص برہان وانی، منان وانی اور ریاض نائیکو وغیرہ کی شہادت کے بعد وہاں پر ایک پیراڈائم شفٹ دیکھنے کو ملی۔ وہاں پر اب حزب المجاہدین کا بالکل مختلف رول ہے کیونکہ وہ پہلے سیاسی جدوجہد بھی کرتے تھے لیکن اب انہوں نے افغان طالبان کے ماڈل کے طور پر وہاں جدوجہد شروع کی ہوئی ہے۔ جس طرح افغان طالبان نے افغانستان میں امریکہ کو گھٹنوں کے بل لٹا دیا ہے اسی طرح انہوں نے بھی کشمیر میں افغان طالبان کی طرح کی جارحانہ پالیسی اختیار کرنا شروع کر دی ہے۔ انڈیا میں انتہا پسند بہت زیادہ ہیں، حکومت بھی ان کی ہے۔ وہاں کے سیکولر لوگوں کی آوازیں دب چکی ہیں۔ پھر وہاں پر مسلمانوں میں بھی بہت تبدیلی آرہی ہے۔ ان کو بھی مودی حکومت کا بھیانک چہرہ نظر آگیا ہے کیونکہ اب مسلمانانِ ہند بھی ان کے اقدامات سے محفوظ نہیں ہیں اور یہی بات پیراڈائم شفٹ میں بہت موثر انداز میں سامنے آنا شروع ہوگئی ہے۔ جہاں تک بین الاقوامی تنظیم اور این جی اوز کا تعلق ہے تو ان میں بھی جانبداری صاف نظر آتی ہے۔ ان کی رپورٹس کو دیکھیں (جیسے ابھی کانگریس کی USCIRF رپورٹ سامنے آگئی ہے) تو چین اور روس کو انہوں نے bash (برا بھلا کہنا) کرنا ہوتا ہے، جبکہ یورپ اور امریکہ اور اسرائیل کو انہوں نے کبھی برا بھلا نہیں کہنا ہوتا۔ مسلم ممالک بشمول پاکستان کو انہوں نے تنقید کا نشانہ بنانا ہوتا ہے۔ دوسری طرف اسلامی ممالک صرف بیانات کی حد تک کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان بہت کچھ کر سکتا ہے اور اس نے ڈپلومیٹک جدوجہد کی بھی ہے لیکن پاکستان یا دوسرے عرب ممالک نے بھارت پر پابندیاں کوئی نہیں لگائیں۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ مغربی ممالک یا شیطانی طاقتوں کو جب بھی مشکل پیش آئی ہے تو انہوں نے سمجھوتے کی راہ لی ہے۔ جب 1970ء کی دہائی میں شاہ فیصل نے تیل کا امبارگو لگایا تھا تو یورپ میں تیل نہیں مل رہا تھا اور ان کی لائنیں لگ گئی تھیں۔ پھر جب 1974ء میں مصر نے اسرائیل پر حملہ کیا تو تب بھی یورپی حکمرانوں کو تارے نظر آنے لگے تھے لیکن بدقسمتی سے خود ہمارے مسلم ممالک نے ہی مصر کی مخبری پہلے سے کر دی تھی اور پھر امریکہ نے کھل کر اسرائیل کی مدد کی جس کی وجہ سے مصر کو شکست ہوگئی۔ لیکن اگر مسلم ممالک مل کر کوئی اقدام کریں تو کیا اسرائیل اور کیا بھارت سب گھٹنے ٹیک دیں گے لیکن مسلم حکمرانوں کو اُمت اور اسلام سے زیادہ کرسی عزیز ہے۔

ایوب بیگ مرزا: موجودہ حالات کو دیکھیں تو یہ ممکن نہیں لگ رہا ہے کہ مسلمان ممالک کوئی عملی قدم اٹھائیں گے۔ اس لیے کہ وہ دبے ہوئے ہیں۔ حالانکہ مڈل ایسٹ چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ عرب ممالک اگر انڈیا کو آنکھیں دکھائیں تو انڈیا ان کے سامنے جھک سکتا ہے۔ اگر متحدہ عرب امارات تجارتی و سفارتی دھمکی دے تو انڈیا

کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اپنی نیت اور سمت درست نہیں ہے۔

سوال: ڈیموگرافک چیلنج کی کیا حیثیت ہے اور کیا انڈیا کشمیر میں ڈیموگرافک چیلنج لانے میں کامیاب ہوسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ڈیموگرافک چیلنج مصنوعی طور پر یا زبردستی کسی علاقے کی آبادی کے تناسب کو بدلنے کو کہتے ہیں۔ یہ اسرائیل نے کر کے دکھایا ہے۔ کیونکہ اسرائیل میں طاقت اور عزم موجود تھا۔ ہمیں صاف اعتراف کرنا چاہیے کہ یہودیوں نے اپنے مذہب اور ریاست کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ وہ نیویارک اور امریکہ کے محلات کی آسائشیں چھوڑ کر اسرائیل کے صحراؤں میں آکر آباد ہوئے اور انہوں نے صحراؤں کی سختیوں کو اپنے اس مقصد کے لیے برداشت کیا کہ انہوں نے یہاں ڈیموگرافک چیلنج لانا ہے۔ لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندو یہ کام نہیں کر سکے گا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک ہندو میں اس طرح کا عزم نہیں ہے جس طرح کا عزم یہودیوں میں موجود تھا۔ عام ہندو کو کشمیر کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی کانگریس یا بی جے پی کی حکومت سمجھتی ہے۔ تاریخی حوالے سے دیکھیں تو پنڈت نہرو کا تقسیم ہند میں بہت اہم کردار تھا، اصل میں وہ کشمیری پنڈت تھا۔ اس لیے اس کا کشمیر کے ساتھ ایک جذباتی لگاؤ تھا اور یہ سارا اس جذباتی کھیل کا نتیجہ ہے کہ اس نے زبردستی کشمیر کو انڈیا کے ساتھ جوڑا۔ لیکن میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر بی جے پی نے زبردستی کشمیر میں ہندو لوگ آباد کیے تو کشمیری انہیں بھگائیں یا نہ بھگائیں وہ خود بھاگ جائیں گے۔ آج سے پندرہ بیس سال پہلے بھی انڈیا اس قسم کی کوشش کر چکا ہے انڈیا نے کچھ لوگوں کو وہاں آباد کیا تھا لیکن وہ اپنی زمینیں بیچ کر واپس بھارت بھاگ گئے۔ اب بھی یہی ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ ہندو کوئی بہادر قوم نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہودی ان کی نسبت زیادہ بہادر ہیں۔ یہودیوں نے 1948ء اور 1967ء کی جنگیں بڑی بہادری سے لڑیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودی اسلام کے دشمن ہیں لیکن ہمیں حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے۔ جبکہ اس کے برعکس ہندو اس وقت تک جنگ نہیں کرے گا جب تک اس کو یہ یقین نہ دلا دیا جائے کہ تمہاری فتح یقینی ہے۔ جیسے 1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کا پورا پلان بنا کر ان کے سامنے رکھ دیا گیا تھا کہ فتح تمہاری جھولی میں پڑی ہے اور اس پلان سے بھارت نے فائدہ اُٹھایا۔

سوال: افغان طالبان کے راہنما نے انڈیا کے حوالے سے جو انٹرویو دیا ہے کیا یہ زلمے خلیل زاد کے اس مشورے کا ردعمل ہے کہ افغان طالبان بھارت سے مذاکرات کریں؟

ایوب بیگ مرزا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زلمے خلیل زاد نے یہ مشورہ بھارت کی حمایت میں دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اصل میں زلمے خلیل زاد نے اس ذریعے سے بھارت کو انتباہ کیا ہے کہ احمقو! افغان طالبان سے بچو اور ان سے صلح کی طرف آؤ۔ ورنہ جس طرح ہم ہاتھ جوڑ رہے ہیں وہی حشر تمہارا بھی ہوگا۔

رضاء الحق: اس پورے معاملے کا منطقی انجام یہی نظر آتا ہے کہ امریکہ اور انڈیا دونوں کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح افغان طالبان کو نیچا دکھایا جاسکے۔ کیونکہ افغانستان میں ان کی کٹھ پتلیاں بھی موجود ہیں جن کا تحفظ بھی ان کو مطلوب ہے۔ شاید اسی وجہ سے ہندوستان ٹائمز میں مضمون چھپا ہے جس میں لکھا گیا کہ اب انڈیا کو چاہیے کہ افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات کرے۔ لیکن یہ ممکن نہیں لگ رہا کیونکہ افغان طالبان سمجھدار ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ یہ دھوکہ دینے والی قوم ہے۔ مذاکرات میں ڈپلومیٹک طریقے ہوتے ہیں لیکن ایک وقت آتا ہے جب کوئی بہت زیادہ دھوکہ دیتا ہے تو پھر معاہدہ اس کے منہ پر دے مارا جاتا ہے۔ یہی معاملہ انڈیا کا ہے۔ اس وقت تو انڈیا کے افغان حکومت کے ساتھ تعلقات ہیں لیکن جب افغان طالبان حکومت میں آئیں گے تو وہ نہیں چاہیں گے کہ اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات خراب ہوں لیکن اگر انڈیا نے شرارتیں جاری رکھیں تو پھر وہ جواب بھی دیں گے۔

سوال: کیا آسام کی علیحدگی پسند تحریک انڈیا میں کوئی تبدیلی لاسکے گی؟

رضاء الحق: انڈیا میں اس وقت تقریباً دو درجن کے قریب علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں جن میں کشمیر، آسام، منی پور وغیرہ کی تحریکیں شامل ہیں۔ اصل میں جب انڈیا میں انتہا پسند ہندوؤں نے اپنا چہرہ دکھانا شروع کیا اور یہ باور کرانا شروع کیا کہ ہندوستان میں حکمرانی کا حق صرف ہندوتوا کو حاصل ہے تو مسلمانوں سمیت تمام ہندو مخالف طبقات کو تحفظات لاحق ہو گئے۔ حقیقت میں مسلمان علماء یا سیاستدان جتنا مرضی کہتے رہیں کہ ہم برابر کے شہری ہیں، ہندوستان ہم سب کا ملک ہے لیکن زمینی حقائق یہی بتا رہے ہیں کہ ہندوتوا ہندوستان کو صرف اپنا ملک سمجھتا ہے۔ اب تو انہوں نے اس حوالے سے قانون بھی پاس کر دیا ہے۔ آسام کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ان منصوبوں کو بھانپ لیا لیکن ان پر ہندوؤں نے مظالم ڈھانے شروع کر دیے جس کی وجہ سے وہاں تحریک شروع ہوگئی۔ لیکن انڈیا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہاں کتنے حالات تبدیل ہو چکے ہیں انہیں بعد میں معلوم ہوگا۔ اب ان کو معلوم ہو رہا ہے کہ آسام کی تحریک ہمارے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: جس طرح کسی نے کہا تھا کہ پاکستان مسلمانوں نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے بنایا تھا، یعنی ہندوؤں کے انتہا پسندانہ رویے کی وجہ سے بنا تھا۔ اسی طرح اگر انڈیا پاش پاش ہوا اور ان شاءاللہ ہوگا تو وہ اپنے اسی رویے کی وجہ سے ہوگا جو اس نے مسلمانوں سے اختیار کیا ہوا ہے۔ وہ آسام، ناگالینڈ وغیرہ جہاں بھی ہو۔ وہ جس طرح غیر ہندوؤں کو دیوار کے ساتھ لگا رہا ہے یہ دیوار ہندوؤں کے اوپر آگرے گی۔ ان شاءاللہ!

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے رفیق جناب محمد طاہر حسن گورجانی کا بیٹا بیمار ہے۔

برائے عیادت: 0303-7203353

☆ حلقہ اسلام آباد کے رفیق محترم علی احمد کرونا وبا سے متاثر ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا کورونا کے پہلے دھاوے سے بحال ہوئی نہیں تھی کہ اس منحنی نیم جان وجود نے دوبارہ اودھم مچا دیا۔ ایران میں گزشتہ دو ماہ میں اب شدید ترین حملہ ہوا ہے۔ تازہ ترین متاثرین از سر نو 3 ہزار روزانہ کے عدد کو چھونے لگے۔ چین میں گزشتہ تین ہفتوں کے دوران اب زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے متاثرین کا۔ روس، برطانیہ کا حال بدستور ابتر ہے۔ دنیا بھر میں 3 لاکھ 72 ہزار اموات ہوئیں۔ ساڑھے بیس لاکھ صحت یاب بھی ہوئے بیماری سے۔ تاہم تشویشناک امر یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ بیماری ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ کہیں بھی نئے راؤنڈ لگا سکتی ہے۔ سائنس دان، طبی ماہرین، حکمران سبھی دم بخود ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے چیف کی وارننگ ہے کہ عالمی قیادت کو ناقابل تصور تباہی اور اذیت (کورونا کے ہاتھوں ہونے) کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ تاریخی نوعیت کی بھوک اور قحط متوقع ہے۔ 1.6 ارب انسان روزگار سے محروم ہوں گے، اگر بروقت اقدامات نہ کیے گئے۔ 8.5 کھرب ڈالر کا عالمی پیداوار کا نقصان ہونے کو ہے۔ خاص نقصان عالمی سطح پر ثقافتی، سیاحتی، کھیل اور صنعتی سرگرمیوں کو پہنچا ہے۔ 124 سال میں پہلی مرتبہ امریکا کی بوسٹن میراتھان (دوڑ) منسوخ ہوئی ہے۔

اس بیماری سے حیران کن حد تک دنیا بھر میں شہرت یافتہ، اہم ترین شخصیات نشانہ بنی ہیں۔ بڑے معروف اداکار، اداکارائیں، گویے، وزراء، حالیہ و سابق وزرائے اعظم، شہزادے، فوجی، ابلاغی ستارے، دنیا میں چوٹی کے کھلاڑی الغرض ایک طویل فہرست ہے جو نشانے پر رہے۔ ایسے 25 ٹاپ سٹار جان کی بازی ہار گئے۔ ایسے میں یہ ہانکے چلے جانا کہ 'یہ نرا پروپیگنڈا ہے'، 'کورونا کی حقیقت کچھ بھی نہیں'، 'یہ انہوں نے خود بنایا اور چھوڑا ہے!' یہ اور مزید سازشی تھیوریاں نری دیوانے کی بڑ ہیں۔ ایسے لطیفے گھڑنے چھوڑ دیے جائیں تو بہتر ہے۔ امریکا کی خدائی کا زمانہ لد گیا۔ اللہ نے پے در پے حالات وواقعات سے قادر مطلق کی حکمرانی اور کارفرمائی اظہر من الشمس کر دی ہے۔ اللہ کی قدرت سے نظر چرانا ممکن نہیں رہا۔ دنیائے کفر نے دنیا پر غلبے کی جنگ میں جتنے ممکنہ آلات حرب وضرب بنانے، آزمانے ممکن تھے، وہ افغانستان میں منہ کی کھا چکے۔ تآنکہ اب ٹرمپ نے تاریخ بتائے بغیر افغانستان سے مکمل انخلاء کا ازخود، بقلم خود ہی اعلان فرما دیا یہ کہہ کر کہ 'ہماری فوج کا کردار پولیس فورس کا نہیں۔' ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا! (اب انہیں پولیس اپنے ہاں کے بلوے، مظاہرے سنبھالنے کو درکار ہے۔)

سو ایک بے آواز لاٹھی تو عصائے موسیٰ بن کر سائنسی ترقی کی حربی ٹیکنالوجی کا طلسم نگل گئی۔ دوسری ضرب کورونا کی، مبہوت کن طبی سائنسی خدائی پر پڑی۔ یقیناً عالمی طاقتوں نے حیاتیاتی جنگی ہتھیاروں میں بے رحم بیکٹیریا وائرس بھی پال رکھے تھے۔ تجربات جاری وساری تھے۔ کیمیائی نیوکلیائی ہتھیاروں کو افغانستان، عراق، شام میں آزمایا گیا۔ تاہم کورونا تو ان کی حیاتیاتی جنگی تیاریوں پر الٰہی پیش بندی فدائی حملہ (Pre-emptive Strike) ثابت ہوا۔ جس سے انہیں سوچنے، سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا۔ 'یہ انہوں نے خود کیا ہے' کی بھی خوب رہی۔ اپنے ہی منہ پر زناٹے دار چماٹ دے ماری؟ کھربوں ڈالر کا نقصان، ایسی ہمہ نوع بساط الٹی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ سو اس خواب، سراب سے نکل آیئے۔ اللہ کو پہچانئے، اب کچھ اپنی بھی فکر کیجیے۔

پاکستانی بھی عجب من موجی، مجذوب قوم ہے۔ ہم وہی ہیں جو 65ء کی جنگ میں لاہور میں بھارتی جنگی طیاروں کی آمد پر چھتوں پر چڑھے تماشا دیکھتے رہے۔ پاکستانی جہاز ان پر حملہ کرنے سے یوں قاصر رہے کہ اپنے لوگ نشانہ بن جاتے اور یوں دشمن جہاز بچ نکلے۔ ہم نے اسے پتنگ بازی سمجھا تھا۔ اب بھی دو انتہائی رویے قوم کے ہیں۔ ایک طبقہ سائنسی ہیضے کا شکار دو ماہ سے سینی ٹائزر کے مرتبان سے باہر نہیں نکل سکا۔ کورونا کے خوف کو اعصاب پر طاری کیے مورچہ بند ہے۔ نفسیاتی مریض بنا آدم بو، آدم بو پکارتا ہے۔ دوسری انتہا وہ ہے کہ منہ پھاڑ کر کھانستا چھینکتا ہے بلاخوف وخطر۔ معانقے کرتا نہیں تھکتا۔ جس کی ساری (احتیاطی) اونٹنیاں کھلی پھرتی ہیں۔ کورونا کا مذاق اڑاتا اور اسے وہم یا حد سے حد سازش قرار دیتا ہے۔ متوازن رویہ کم کم پایا جاتا ہے۔ مسلمان بھی اگر رب تعالیٰ کی نشانیاں پہچاننے سے قاصر ہو تو دنیا کو راہ کون دکھائے گا۔ ہمارے لیے روز بروز بڑھتے پھیلتے کورونا کے اعداد وشمار کی کیفیت کچھ اور ہے۔ رہنمائی موجود ہے مگر قرآن کھولیں تو علم ہو۔ ہماری ہمہ نوع ابتری کی وجوہات وہی ہیں جو کتاب پس پشت ڈال دینے سے ہوتی ہیں۔ 'یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی ومغلوبی (ذلت، مسکنت، ناداری) مسلط کر دی گئی ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے (بنی اسرائیل نے) پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ یہ سب ان کی نافرمانیوں اور اللہ کی حدیں توڑنے کا انجام ہے۔ (آل عمران: 112) بنی اسرائیل نے پیغمبر قتل کیے، ہم نے علمائے حق کو ٹارگٹ کلنگ میں مارا۔ اللہ کی کون سی باندھی حد ہے، جو ہم نے نہ توڑی؟ بے پردگی، بے حیائی، عریانی، سجا سنوار کر اختلاط بھرا ڈراما بنا دیا۔ پھر اللہ کے احکام کرچی کرچی کر کے اسے 'معاشرتی اصلاح' کا جواز بنا کر حلال کیا۔ دین کے نام لیواؤں پر بھی رمضان تک میں ڈرامے حلال رہے! سود، کرپشن کے طومار، قومی خزانے کی ہمہ نوع لوٹ مار (جس کی حیثیت مال یتیم کی ہے،) شراب سبھی کچھ تو رواں دواں ہے۔

ہمارے لیے اللہ رسولؐ کے حکم کے تحت وبائی امراض میں اختیار کی جانے والی طبی احتیاط لازم ہے۔ دینی شعور اور احساس ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ مناسب احتیاط برتیں۔ ماسک استعمال کریں۔ ہجوم بنانے سے بچیں۔ غیر ضروری معانقوں سے احتراز برتیں۔ عدم احتیاط بہادری یا کمال نہیں ناسمجھی کی دلیل ہے جس پر ہم کمربستہ ہیں۔ دوسرا اہم تر کام تحفظ کے لیے رجوع الی اللہ، اذکار

اور دعاؤں (کے ساتھ) سے بھی بڑھ کر ان حالات کا عذاب ہونا سمجھ لینا لازم ہے۔ کورونا، ٹڈی دل، سیلابی ریلے۔ یہ سب اللہ کے غضب کی علامات ہیں اور ہم سوئے پڑے ہیں! توبہ، کثرت استغفار اور رجوع الی اللہ کا کوئی منظر نہیں۔

ان حالات میں پنجاب اسمبلی کا اجلاس ہوٹل میں کروا کر روزانہ 2 کروڑ کا اضافی خرچ (غریب قوم کی جیب کاٹ کر پورا ہوگا) یعنی 3 کروڑ یومیہ؟ بخشو بی بلی! یہ 3 کروڑ، عوام کی دال روٹی پر لگایئے اور آپ اپنی جمہوریت سنبھال کر گھر بیٹھے رہیں، ہمیں منظور ہے! ہم سے ملک ہی نہیں سنبھالے سنبھلتا، ہم شام میں سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر کی سفاک بے حرمتی پر کیا کہیں! شام میں 2011ء سے انسانیت کے ہمہ نوع چیتھڑے اڑائے گئے۔ عالمی ضمیر اور امت کے حوصلے آزمائے گئے۔ ایک کروڑ مسلمان بے گھر اور 6 لاکھ شہید ہوئے۔ 60 ہزار عقوبت خانوں میں بدترین تشدد اور فاقوں سے شہید کر کے ڈھیر لگائے۔ فوجی فوٹو گرافر کے ضمیر کو اس ظلم پر جب الٹیاں لگیں تو اس نے 26 ہزار تصاویر پر مشتمل دستاویز شائع کی۔ اسی میں ایک حافظے سے چمٹ کر رہ جانے والی رہاب العلاوی عفیفہ پاکیزہ طالبہ بھی شہداء میں سے ایک تھی۔ پورا شام قبرستان اور کھنڈر بن چکا۔ انہی قبرستانوں کو پوری دنیا نے ٹھنڈے پیٹوں نہ صرف برداشت کیا بلکہ اذن عام دیا۔ اب انہیں خود اجتماعی قبروں اور کورونائی لاشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عمر! ابن خطابؓ ہوں، ابن عبدالعزیزؒ ہوں یا ملا عمرؒ...... کفران سے بغض ونفرت سے پھٹا پڑتا ہے۔ اور یہ اسی کا عملی اظہار ہے۔ (موتوا بغیظکم...... اپنے غصے میں آپ جل مرو!) جو امت اپنی بیٹیوں کی حرمت کا تحفظ نہ کر سکی وہ مقابر کو کیوں کر بچائے گی! بلکہ......

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو!

ہماری بے حسی پر مردنی کا گمان ہوتا ہے۔ ظالموں سے سارے حساب اللہ خود چکا رہا ہے۔ امریکا دیکھ لیجیے۔ کورونا کے بعد اب نسلی تفرقے پر پھوٹنے والے مظاہرے اس کا سکھ چین لوٹنے کا اگلا عذاب ہے! ٹرمپ کو وائٹ ہاؤس کے بنکر میں چھپنا پڑا۔ یہ آگ سفید فام دنیا میں 'عرب بہار' کی طرح پھیل رہی ہے!

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیم اسلامی

قرآن اکیڈمی (لاہور، کراچی، فیصل آباد، ملتان اور اسلام آباد) کے بعد امسال

دار الاسلام، مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ چوہنگ لاہور میں

رجوع الی القرآن کورس

کا آغاز کیا جارہا ہے

دورانیہ : 9 ماہ

اہلیت: انٹرمیڈیٹ (مرد وخواتین)

یہ کورس بنیادی طور پر جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جو اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی گرامر سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں، اس کورس کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔

نصاب

1 عربی گرامر (صرف ونحو)
2 ترجمہ وترکیب قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3 سیرت النبی ﷺ
4 قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
5 فکر اسلامی
6 حدیث واصطلاحات حدیث
7 بنیادی فقہی مسائل
8 تجوید وناظرہ
9 خصوصی محاضرات
(مبادیات وتعارف اقبالیات، تاریخ اسلامی، فلسفہ، فکرِ جدید، سیاسیات، سوشیالوجی، اسلامی معاشیات وغیرہ)

Online رجسٹریشن جاری ہے
tanzeem.org/activities/education/ruju-ilal-quran/

انٹرویو
29 جون 2020 (صبح 08:30 بجے)

ان شاء اللہ
کلاسز کا آغاز 30 جون 2020 (صبح 8:15 بجے)

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

اوقات تدریس: صبح 8:15 تا 12:45 بجے

• بیرون لاہور رہائش رکھنے والوں کے لئے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے

رابطہ: 0300-4201617 (ملک شیر افگن)
(042)35473375-79

دار الاسلام مرکز تنظیمِ اسلامی
23KM ملتان روڈ (نزد چوہنگ) لاہور
ای میل: riqc@tanzeem.org
ویب: www.tanzeem.org

روحِ سعید

مسز بینا حسین خالدی

ایمان باللہ روح کی گواہی، قلبی تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن بتوں سے بے زاری اور کفر و شرک کا انکار تو اس سے بھی پہلے ان سعید روحوں سے صادر ہوا جو ہمیشہ اور ہر دور میں وقتاً فوقتاً دنیا میں آتی رہیں۔ یہ پاکیزہ اور باسعادت روحیں جب تک خدا کی ہستی سے ناشناس رہیں اور زبان سے خدا کی وحدانیت کے اقرار کے مرحلے تک نہیں پہنچ سکی تھیں اس وقت تک جھوٹے خداؤں کی خدائی کا انکار اُن کا ایمان تھا۔ انہوں نے بتوں کی پوجا کی نجاست سے اپنا دامن بچائے رکھا...... لہو و لعب سے خود کو دور رکھا۔ ایمان باللہ سے بھی پہلے آخر وہ کون سی طاقت تھی جو انہیں شراب نوشی، زنا، قتل و غارت گری، جوا اور ایسی ہی دوسری قباحتوں سے پرہیز کرواتی رہی؟

کلمہ طیبہ کے پہلے حصے پر غور کیا جائے تو اس کا آغاز بھی ''لا'' یعنی ردِّ کفر و شرک...... تمام جھوٹے خداؤں کے انکار سے ہی ہوتا ہے۔ اسی ''لا'' کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عنفوانِ شباب میں بتوں سے بے زاری کی شکل میں کیا تھا۔ خدا شناسی کا لطف و کرم، خالق کائنات کی تلاش و جستجو کا سفر تو بعد میں شروع ہوا تھا...... حق تعالیٰ کی معرفت تو آہستہ آہستہ آپؑ پر وارد ہوئی تھی۔ پھر وہ کون سی طاقت تھی جو کشاں کشاں آپؑ کو کفر و شرک کے بھڑکتے الاؤ کو اپنے خون سے بجھانے کی جرأت عطا کر گئی تھی؟ یقیناً یہ اُسی ''عہدِ الست'' کی طاقت تھی جو ہمیشہ سے انسانی لاشعور میں موجود تھا اور رہے گا۔ ایسی ہی سعید روحیں جو نہ پیغمبر تھیں، نہ منصب نبوت پر سرفراز ہوئیں لیکن اللہ رب العزت نے انہیں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی نصرت و رفاقت کے لیے منتخب فرمایا۔ صحرائے عرب کے بادیہ نشینوں میں بھی اتاری گئیں۔

چار سالہ عبداللہ بن عثمان ؓ کو اس کا باپ ابوقحافہ، بتوں سے آشنا کروانے کے لیے بت خانے لے جاتا ہے اور ایک دیوہیکل بت کے سامنے کھڑا کر کے کہتا ہے: ''یہ ہے تمہارا بلند و بالا خدا، اسے سجدہ کرو'' معصوم بچہ پہلے تو حیرت و استعجاب سے پتھر کی اس مورت کو دیکھتا ہے پھر یکا یک پکارا اٹھتا ہے: ''میں بھوکا ہوں ...... مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دے۔ میں پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔''

بھلا وہ پتھر کیا جواب دیتا ننھے ہاتھوں نے ایک پتھر اٹھا کر اس زور سے بت کو دے مارا کہ وہ بلند و بالا صنم اپنے ہی بوجھ کو نہ سہار سکا اور گر پڑا۔ باپ یہ دیکھ کر غضبناک ہو جاتا ہے اور معصوم بچے کے پھول جیسے گال پر تھپڑ رسید کرتا ہے۔ گھسیٹتا ہوا اس کی ماں ...... سلمٰی بنتِ صخر...... ''اُم الخیر'' کے پاس لاتا ہے اور سارا واقعہ بیان کرتا ہے۔ وہ کہتی ہے: ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو مجھے اس کے بارے میں غیب کے کئی اچھی باتیں بتائی گئی تھیں۔'' اس واقعے کے بعد کسی نے بھی عبداللہ بن عثمان کو بت پرستی پر مجبور نہیں کیا اور اس کا دامن شرک کی نجاست سے پاک رہا۔ لیکن خدا شناسی اور ایمان باللہ کی حلاوت بھی ابھی دِل پر آشکارا نہ ہو سکی تھی۔ اسی حال میں یہ سعید ہستی اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچتی ہے اور بے نظیر اخلاق، دیانت داری اور جاذب شخصیت کی بدولت کامیاب تاجروں میں شمار ہوتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ لوگ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کو اعلیٰ درجے کا صائب الرائے سمجھتے تھے۔ وہ دولت کے اعتبار سے بھی متمول اور بااثر تھے۔ قبول اسلام سے قبل بھی وہ مہمان نواز، سخی اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے والے تھے۔ وہ طبعاً برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے محترز رہتے تھے۔ یہ طبیعت کی پاکیزگی ہی کا اثر تھا کہ انہوں نے اس وقت بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیے رکھا تھا جب شراب کی خدمت کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور پورے عرب میں شراب نوشی اعلیٰ درجے کے لوگوں کا خاصہ سمجھا جاتا تھا۔ گویا معاملہ صرف عقیدے کی حد تک ردِّ کفر و شرک تک محدود نہیں تھا بلکہ اخلاق، کردار اور معیشت کے معاملات میں بھی باطنی پاکیزگی کا عکس نمایاں تھا۔ یہ عکس اور مہمیز ہوا جب اشارۂ غیبی، خوابوں میں بھی موصول ہونے لگے۔ ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک چاند مکّہ پر نازل ہو کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اس کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک گھر میں داخل ہوا پھر یہ ٹکڑے باہم مل گئے اور مکمل چاند ان کی گود میں آ گیا۔ بیدار ہوئے تو رویاء کی تعبیر میں مہارت رکھنے والے ایک شخص کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے بتایا کہ ''تم اس نبی آخر الزمان کی پیروی کرو گے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور تم اس نبی کی پیروؤں میں سب سے افضل ہو گے۔''

خواب کی اس تعبیر کے مطابق ان کی فضیلت و منقبت تاریخ اسلام کی قد آور شخصیات اور ''سابقون الاولون'' میں سب سے زیادہ نمایاں ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ نبیٔ رحمت حضرت محمد ﷺ نے انہیں ''عتیق'' کا لقب عطا کیا اور فرمایا:

((من ارادا ان ینظر اِلی عتیق من النار فلینظر الیٰ ابی بکر))

''جو دوزخ کی آگ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔''

جی ہاں! یہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ ہی ہیں جن کا بچپن، جوانی اور اس کے بعد کی ساری زندگی اس آیت مبارکہ کے مصداق تھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم انہیں، دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی بسر کروائیں گے۔''

آپؓ کا مکمل نام حضرت عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرۃ بن کعب ہے۔ مرۃ بن کعب تک آپؓ کا سلسلۂ نسب حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپؓ کی کنیت ''ابوبکر'' ہے۔ عربی زبان میں ''البکر'' جوان اونٹ کو کہتے ہیں...... جس کے پاس اونٹوں کی کثرت ہو۔ یا جو اونٹوں کی دیکھ بھال میں مہارت رکھتا ہو عرب کے لوگ اُسے ''ابوبکر'' کہتے تھے۔ ''ابوبکر'' کے معنی اوّلیت والا کے بھی ہیں۔ چونکہ آپؓ نبیٔ رحمت ﷺ کے رشتے داروں میں سب سے پہلے ایمان لائے، مال خرچ کرنے، جان لٹانے الغرض اُمت محمدیہ ﷺ کے ہر معاملے میں اوّلیت رکھتے تھے اس لیے آپؓ کو ابوبکر (یعنی اوّلیت والا) کہا گیا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں کہ: ''اے ابوبکر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی گئی تو آپ ﷺ نے دوسری صبح لوگوں کے سامنے اس مکمل واقعہ کو بیان کیا۔ مشرکین دوڑتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ''کیا آپ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں جو آپؓ کے دوست نے کہی ہے کہ انہوں نے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کی ہے؟ آپؓ نے فرمایا: کیا آپ ﷺ نے واقعی یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپؓ نے فرمایا: ''اگر آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے اور میں ان کی اس بات کی بلاجھجک تصدیق کرتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ اس حیران کن بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ آپؓ نے فرمایا، جی ہاں، میں تو آپ ﷺ کی آسمانی خبروں (وحی) کی بھی صبح و شام تصدیق کرتا ہوں اور یقیناً وہ تو اس بات سے بھی زیادہ حیران کن اور تعجب والی باتیں ہیں۔ پس اس واقعے کے بعد آپؓ صدیق مشہور ہو گئے۔

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام آسمانی وحی کی مانند تھا وہ اس طرح کہ آپؓ ملک شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے وہاں! آپؓ نے ایک خواب دیکھا جو بحیرا نامی راہب کو سنایا اس نے آپؓ سے پوچھا: ''تم کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا: ''مکہ سے'' اس نے پوچھا: کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ آپؓ نے فرمایا ''قریش سے'' پوچھا: ''کیا کرتے ہو؟'' فرمایا تاجر ہوں''۔ وہ راہب کہنے لگا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے خواب کو سچا فرما دیا تو وہ تمہاری قوم میں ہی ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہو گے اور وصال کے بعد اس کے جانشین۔ آپؓ نے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا، کسی کو نہ بتایا اور جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ ﷺ نے یہی واقعہ بطور دلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو گلے لگا لیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں اور اللہ جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ذات میں ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے اور اسی کے سبب اُسے جنت میں بھی داخل فرما دیتا ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے اندر بھی ان میں سے کوئی خصلت موجود ہے؟

ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! تمہارے اندر تو یہ ساری خصلتیں موجود ہیں۔''

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعتِ خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار جا رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا، کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا بغرض تجارت بازار جا رہا ہوں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ اب یہ کام چھوڑ دیجیے۔ اب آپ لوگوں کے خلیفہ (امیر) ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو پھر میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''واپس چلیے اب آپ کے یہ اخراجات حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ طے کریں گے۔ پھر یہ دونوں حضرات ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال کے لیے ایک اوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کر کے روزانہ کی خوراک اور موسم گرما اور سرما کا لباس مقرر کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ اور بارگاہِ رسالت میں خصوصی اہمیت و فضیلت حاصل تھی۔ قرآن مجید کی تقریباً 32 آیات آپؓ کے متعلق ہیں جن سے آپؓ کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ مجھ پر جس کسی کا احسان تھا میں نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے مگر ابوبکرؓ کے مجھ پر وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت انہیں عطا فرمائے گا۔''

خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے آپؓ سے عرض کیا کہ ''میں چاہتی ہوں کہ آپ کے لیے کوئی میٹھی چیز تیار کروں لیکن افسوس میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ ان سے شکر خرید سکوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس بھی پیسے نہیں ہیں البتہ ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بیت المال سے کچھ رقم پیشگی لے لی جائے اور بعد میں تنخواہ سے کٹوا دی جائے۔ لیکن ایسا کرنا بھی مناسب نہیں ہوگا کیونکہ بیت المال میں جمع رقم تو عوام کی امانت ہے اس لیے اسے صرف عوام ہی کی فلاح و بہبود اور امور سلطنت کی بجا آوری پر خرچ ہونا چاہیے۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے یہ دلیل قبول تو کر لی لیکن ان کی خواہش اپنی جگہ برقرار رہی کہ وہ ان کے لیے کوئی میٹھی چیز تیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے روزمرہ کے خرچ سے تھوڑے تھوڑے پیسے بچانا شروع کر دیئے چند دن بعد ان کے پاس اتنے پیسے جمع ہو گئے کہ ان سے شکر خریدی جائے اور کوئی میٹھی چیز تیار کی جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

امیر المومنینؓ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ آج یہ میٹھا کیسے تیار ہوا؟ انہوں نے بتایا میں اپنے روزمرہ کے خرچ سے کچھ رقم بچاتی رہی اور اسی سے یہ میٹھی چیز تیار ہوئی ہے۔ یہ جان کر آپؓ نے فرمایا: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو رقم تم ہر روز بچاتی رہی ہو وہ ہماری ضروریات سے زیادہ تھی کیونکہ اتنی بچت کے باوجود ہمارا کھانا گزارے کے موافق اچھا ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رضا کارانہ طور پر اتنی رقم اپنی تنخواہ سے کم کر دی اور اپنی خلافت کا باقی عرصہ اسی کم شدہ تنخواہ پر گزارا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنی وفات کے وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: دیکھو یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو ہم اوڑھے ہوئے ہیں یہ سب بیت المال سے لیا گیا ہے۔ ہم ان سے اس وقت تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت سرانجام دیتا رہوں گا جس وقت میں وفات پا جاؤں تو یہ تمام سامان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دینا کہ وہ انہیں واپس بیت المال میں جمع کروا دیں۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ آپؓ پر رحم فرمائے کہ آپ نے تو اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا ہے۔ (یعنی آپؓ کے بعد آنے والے امراء و خلفائے مسلمین تو زہد و تقویٰ میں آپ کی برابری نہیں کر سکیں گے اور اگر ایسی کوشش کریں گے تو تھک ہی جائیں گے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اپنے اعمال و اقوال اور احوال بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ارطغرل ڈراما اور کرنے کا کام

سید عبدالوہاب شیرازی

پچھلے کچھ عرصے ترکی صدر رجب طیب اردگان کی سرپرستی میں بننے والا ڈراما غازی ارطغرل دنیا بھر میں کے مسلمانوں میں بہت مقبول ہو چکا ہے۔ اس کی شہرت ایک سال پہلے ہی پاکستان میں بھی ہو چکی تھی، لیکن ایک ماہ قبل وزیر اعظم کی ایڈوائس پر جب اسے سرکاری ٹی وی پر نشر کیا گیا تو سوشل میڈیا پر کسی چیز کے وائرل ہونے کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ ارطغرل کی پہلی قسط صرف بیس دن میں پاکستان میں اتنے لوگوں نے دیکھی کہ خود ترکی میں اتنے لوگوں نے پانچ سال میں دیکھی تھی۔ جس پر نہ صرف ترک حکومت بلکہ اس ڈرامے میں کام کرنے والے کردار بھی حیران ہو گئے، اور پھر اپنے اپنے پیغامات میں انہوں نے پاکستانی عوام کا شکریہ بھی ادا کیا اور لاک ڈاؤن ختم ہونے کے بعد پاکستان آنے کا وعدہ بھی کیا۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہمیں دیکھنے کو مل رہا ہے کہ لبرل طبقہ اس ڈرامے کے پاکستان میں نشر ہونے سے سخت بے چین ہے، اور ہر وہ حربہ آزمانے کی کوشش کر رہا ہے جس سے اس کی نشریات کو روکا جائے یا کم از کم اس کے اثرات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ہمیں ان لبرلز کی طرف سے یہ کہنے اور سننے کو مل رہا ہے کہ اس ڈرامے میں ترک روایات اور تاریخ دکھائی گئی ہے، ہمیں اس سے کیا لینا دینا ہماری تو اپنی تاریخ اور اپنے ہیرو موجود ہیں۔ یہ وہی لبرلز ہیں جنہوں نے پچھلے پچاس سال سے کبھی بھی انڈین فلموں اور انڈین کلچر کو پاکستان میں امپورٹ کرنے پر دو حرف نہیں کہے تھے۔

چنانچہ ان لبرلز اور ان کے پروپیگنڈے کی زد میں آنے والے بعض عام مسلمانوں نے بھی کثرت کے ساتھ ہر مسلک کے علماء سے وقتاً فوقتاً سوالات کے ذریعے اس ڈرامے پر تبصرہ کرنے اور اسے دیکھنے کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لیے پوچھا۔ حالانکہ کئی دہائیوں سے عموماً اور پچھلے چند سالوں سے خصوصاً ہمارے ٹی وی چینلز پر جس قسم کے بیہودہ، اور حقیقت سے کوسوں دور فحاشی، عریانی، بے حیائی پر مبنی ڈرامے دکھائے جا رہے تھے ان کے بارے کبھی اتنی بحث نہیں کی۔ ہمارے ہاں جس قسم کے ڈرامے اور ان ڈراموں میں جس قسم کے مناظر، لوگ، لباس، مکان اور اقدار دکھائی جاتی ہیں وہ نہ تو پاکستانی عوام کی نمائندگی کرتے ہیں اور نہ ہی شریعت میں ان کی کسی قسم کی گنجائش ہے۔

مجھ سے بھی اسی قسم کے سوالات ہوتے رہتے ہیں اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس مسئلے پر تھوڑی سی گفتگو کر لی جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں موسیقی اور غیر محرم عورتوں کی تصاویر یا سین دکھانے کی گنجائش نہیں ہے، اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ اس قسم کی چیزوں کو دیکھنے سے اجتناب کیا جائے۔ اس ڈرامے کو دیکھنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی کوئی ثواب کا کام ہے، لیکن جن لوگوں کے گھروں میں پہلے سے ہی ٹی وی موجود ہے اور وہ ٹی وی پر اگر اور کچھ نہیں دیکھتے صرف خبریں ہی سنتے ہیں تب بھی خبریں سنتے ہوئے انہیں عورت کا چہرہ اس کی آواز اور طیارہ گرنے کی خبر کے ساتھ ساتھ ڈھول دھمکا بھی سننا پڑتا ہے۔ اسی طرح جس کے پاس سمارٹ فون اور انٹرنیٹ موجود ہے اور اس میں لازماً فیس بک، یوٹیوب، انسٹاگرام، وٹس اپ اور ٹک ٹاک بھی انسٹال ہے اور چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی روزانہ کئی بار ویڈیوز، تصاویر اور سٹوری کی شکل میں بے تحاشہ میوزک، اور غیر محرم عورتوں پر نظر پڑتی ہے، اور ان کے پاس اس بات کا اختیار بھی ہے کہ وہ سادہ بٹنوں والا موبائل ہی استعمال کریں لیکن وہ پھر بھی سمارٹ فون ہی استعمال کرتے ہیں، ایسے میں اگر دیگر گند دیکھنے کے بجائے ارطغرل دیکھ لیا جائے تو بہت کچھ سیکھنے کو مل سکتا ہے۔ ہاں جو بندہ نہ ٹی وی دیکھتا ہے اور نہ ہی سمارٹ فون استعمال کرتا ہے اور نہ اس کا سوشل میڈیا پر کوئی اکاؤنٹ بنا ہوا ہے، اس کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ وہ ارطغرل ضرور دیکھے۔

لیکن جو نوجوان سارا دن فیس بک اور یوٹیوب پر پہلے سے ہی فلمیں اور ایسے بیہودہ ڈرامے دیکھتا ہے جن میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ شادی شدہ عورت کیسے کسی دوسرے مرد سے دوستی لگا سکتی ہے، گھر میں دودھ دینے والا کس طرح خاتون خانہ سے ناجائز تعلق قائم کر لیتا ہے، سکول پڑھانے والی ٹیچر کس طرح آٹھویں کلاس کے پندرہ سالہ لڑکے سے عشق رچاتی اور ناجائز تعلق قائم کرتی ہے۔ گھر میں کام کرنے والی لڑکی یا لڑکے سے گھر کے مرد یا عورت کا کس طرح خفیہ سیکس تعلق ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ڈرامے دیکھنے والے نوجوان کو اگر ترغیب دی جائے کہ وہ ہیروئن چھوڑ کر سادہ سگریٹ پی لیں یعنی ان بیہودہ ڈراموں کو چھوڑ کر ارطغرل دیکھیں تو کوئی حرج والی بات نہیں بلکہ بہتر ہے۔

پچھلے چند سالوں سے جب سے سوشل میڈیا اور خصوصاً ٹک ٹاک شروع ہوا ہے ہمارا نوجوان خصوصاً لڑکیاں بیہودگی کی ساری سرحدیں عبور کر چکی ہیں۔ اور دس دس سیکنڈ کے بے مقصد اور بیہودہ کلپ بنا بنا کر اپنے وٹس اپ کی سٹوری میں لگاتے ہیں جس سے نہ صرف اخلاقی بلکہ معاشرتی طور پر بھی بہت نقصان اور بڑے بڑے سانحات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔ کئی گھر اور عزتیں نہ صرف پامال ہوئیں بلکہ سینکڑوں گھر اجڑے، طلاقیں ہوئیں، عزتیں تار تار ہوئیں، قتل ہوئے، بچے یتیم ہو گئے۔

آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، کتاب پڑھنے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے کا سلسلہ صرف ڈگری حاصل کرنے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، عام عوام تو عوام ہیں خواص اور پڑھے لکھے لوگوں نے بھی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے، حتیٰ کہ علماء تک دینی معلومات اور احادیث کے ریفرنس دیکھنے کے لیے گوگل سے استفادہ کرتے ہیں۔ پہلے تعلیم اور نظریات کو بنانے یا بگاڑنے کا جو کام کتابوں کے ذریعے کیا جاتا تھا اب وہ سوشل میڈیا اور ویڈیوگرافی کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ آلات علم بھی تبدیل ہو گئے ہیں۔ اگر ہم ذرا گہرائی کے ساتھ صرف اس بات پر غور فرمالیں کہ آج کے مسلمان اور سو سال پہلے کے مسلمان میں سوائے کلمے کے زمین آسمان کا فرق ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آج کے مسلمان کا چہرہ، حلیہ، وضع قطع، لباس، رہن سہن، طور طریقے اور اطوار، بات چیت کا انداز، زبان، اصطلاحات، رویہ حتیٰ کہ دینی اور مذہبی تصور ہر چیز تبدیل ہو چکی ہے۔ کیا ہم نے کبھی غور کیا یہ تبدیلی کیسے آئی؟ کیا یہ تبدیلی ہتھیاروں کے زور پر لائی گئی ہے؟ تو اس کا جواب ہے نہیں۔ یہ تبدیلی ویپن وار سے نہیں بلکہ کونٹینٹ وار (مواد کی جنگ) کے ذریعے لائی گئی ہے۔ اگر ہتھیاروں کے ذریعے یہ تبدیلی لانا ممکن ہوتی تو دو سو سال تک یہاں انگریز نے حکومت کی تھی لیکن وہ بھی اتنی تبدیلی نہیں لا سکا جتنی تبدیلی صرف تیس چالیس سال میں پُرامن طریقے سے کونٹینٹ وار کے

ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں میں آئی۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے افغانستان کو مسلسل جنگوں میں ہی دیکھا ہے پہلے دس سال تک روس پھر خانہ جنگی اور پھر بیس سال سے امریکا وہاں وہپن وار لڑ رہا ہے لیکن افغانوں کا نہ کلچر تبدیل ہوا، نہ رہن سہن بدلا، نہ زبان بدلی، نہ اصطلاحات بدلیں اور نہ دین و مذہب کا تصور تبدیل کر سکا۔ افغان عورت آج بھی وہی برقعہ پہنتی ہے جو تین سو سال پہلے پہنتی تھی۔ وہ الگ بات ہے کہ مسلسل جنگوں نے ان کی معاشی حالت ابتر کر دی ہے جس کی وجہ سے معاشی مسائل اور پیٹ بھرنے کے لیے جرائم عام ہوئے ہیں۔

اس مختصر سی گفتگو سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آج حقیقت میں کونٹینٹ وار نہ صرف لڑی جا رہی بلکہ دشمن بڑی کامیابی سے فتح کے جھنڈے گاڑتا ہوا آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ہم ابھی تک یہ سوچ رہے ہیں کہ کونٹینٹ وار لڑنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ چونکہ ترک قوم اپنی ایک عظیم تاریخ رکھتی ہے اور اس تاریخ کی روشنی میں وہ بخوبی جانتے ہیں ہمارے آباء واجداد نے دشمن کو کس طرح چاروں شانے چت گرایا تھا۔ اب ہمیں آج کے دشمن کو کس طرح ڈیل کرنا ہے، اسی لیے انہوں نے ارطغرل نامی یہ سیریل لانچ کی اور واقعتاً اس سیریل نے ذہنوں کی تبدیلی اور تاریخ سے واقفیت حاصل کرنے کے حوالے سے توقع سے بڑھ کر کام کیا۔

اب ہمارا کرنے کا کام کیا ہے؟

چونکہ یہ سیریل دنیا بھر میں مقبول ہو چکی ہے اور اپنی تاثیر کے حساب سے ایک موثر ہتھیار کے طور پر کام کر رہی ہے، اور سب سے زیادہ مقبولیت اسے پاکستانی نوجوانوں میں ملی ہے۔ جس کا ایک نتیجہ یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ خلافت عثمانیہ کی تاریخ پر لکھی گئی کتابیں مارکیٹ سے شارٹ ہو گئی ہیں اور لوگ خلافت عثمانیہ کی مستند تاریخ پڑھنا بھی چاہتے ہیں اور جاننا بھی چاہتے ہیں۔ کہاں ایک سال پہلے کا وہ وقت جب بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی خلافت عثمانیہ کا نام تک نہیں جانتے تھے اور کہاں یہ ایک مہینہ کہ ٹک ٹاک پر مسخرے کرنے والے پندرہ پندرہ سال کے لڑکے اور لڑکیاں بھی خلافت عثمانیہ، اور اس کے قیام کے لیے ہونے والی جدوجہد سے واقف ہو گئے اور ان کا تجسس بڑھ گیا ہے کہ ہم مزید مستند طریقے سے اس تاریخ کو جانیں۔ ایسے میں اہل علم اور دین کا درد رکھنے والے مسلمانوں اور خصوصاً علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے دروس، خطبات اور تقاریر میں خلافت عثمانیہ کو اپنا موضوع سخن بنائیں اور اس پیاس کو بجھانے کی کوشش کریں جو اس ڈرامے نے نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا کی ہے۔ نہ صرف خلافت عثمانیہ بلکہ خلافت راشدہ سے لے خلافت عثمانیہ تک کی ساری تاریخ سلسلہ وار بیان کریں۔ خلافت کیا ہے، کیوں ضروری ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟ یہ وہ موضوعات ہیں جنہیں بیان کرنے کی جتنی آج ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔

پہلے تو ہمیں بہت کچھ سمجھانا پڑتا تھا لیکن طیب اردگان کی ایک کاوش سے سمجھانے کا کام بخوبی سرانجام دیا جا چکا ہے اور اب سمجھانے سے زیادہ اصل حقائق بتانے کی ضرورت ہے۔ اس ڈرامے نے بلاشبہ ایک بہت بڑا جمود توڑا ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے کیش کریں۔

رفقاء واحباب متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور" میں

14 تا 21 جون 2020ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

فکری و عملی رہنمائی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء واحباب اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

ضرورت رشتہ

☆ ڈیرہ غازی خان کے رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے اردو، بی ایڈ، الھدیٰ سے تفسیر وتجوید کورس، قد "4.'5 خوب سیرت وصورت کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0331-9776900

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے رفیق جناب مشتاق احمد ملک وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی، سرجانی ٹاؤن کے رفیق محترم عبدالکلام وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0320-3123846

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمرگرہ تنظیم کے سینئر رفیق نصر اللہ جان کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0345-6037296

☆ حلقہ کراچی شمالی، بلدیہ ٹاؤن کے رفیق جناب عبدالقادر کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0313-3951626

☆ مقامی تنظیم ہری پور کے ناظم بیت المال وقاص علی کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0344-5026477

☆ ملتان کینٹ کے رفیق شاہد جاوید شاہ کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-8736422

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون کے رفیق آصف سوانور کے سسر اور چچا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-2139011

☆ حلقہ اسلام آباد کے سابق بیت المال طاہر حیات کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0321-5874530

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر تنظیم کے امیر سعید اللہ کی خالہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0334-4433819

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون، شادمان کے ناظم تربیت جناب مرزا حامد ضیاء کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0321-2226020

☆ مرکزی ناظم تعلیم وتربیت خورشید انجم کے پھوپھا وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0333-9244709

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Remembering Palestine on Nakba Day: Use the Hashtag COVID1948

Palestinians worldwide have an annual day of remembrance called Nakba Day. Nakba comes from the Arabic al-Nakbah and means "disaster" or "catastrophe." It takes place on May 15th, the day after the Gregorian calendar date for Israeli independence in 1948. It is an opportunity for a people who live largely in exile to recall what was stolen from them by the nascent Israeli state in 1947 through 1949. An estimated 700,000 Palestinians, half of the country's Arab Christian and Muslim population, were driven from their homes through a deliberate policy of terrorism officially initiated in January 1948 to drive the Palestinian population out, a clear case of government initiated ethnic cleansing.

The expulsion orders, formulated as Plan Dalet in March, were carried out by the Jewish state's military and militia forces, to include terrorist groups like Irgun and Lehi. The massacre of Arab civilians at Deir Yassin in April 1948, in which hundreds of civilians died, was, for example, implemented to terrorize the local population, forcing it to flee. In the portion of Palestine that was to become Israel fully 80% of the resident Arabs, many of them Christian, were killed, fled in terror or were compelled to leave at gunpoint.

In the expulsion process, which continued into early 1949, between four hundred and six hundred Arab villages were destroyed or rendered uninhabitable, while Palestinians in the larger urban centers were driven from their homes. Those homes were then given to Jews coming from Europe or America and one of the first acts carried out by the new nation Israel's parliament was to pass laws blocking the return of any Palestinian to his or her home in what was to become the Jewish state. This meant in practice that a European Jew could arrive in Israel on one day and by the next be settled in a former Palestinian home. The legal owner of that home, however, had no right to return or even visit his former property. United Nations demands that the Palestinians should one day be able to return home have been since that time ignored by Israel and unsupported by the United States.

In fact, Israel never intended to allow Palestinians to return to their homes, in spite of the fact that when it joined the United Nations in May 1949 it agreed to "unreservedly accept the obligations of the United Nations Charter and undertake to honor them from the day when it becomes a member of the United Nations." This included an explicit understanding in principle to allow the return of all Palestinian refugees.

Palestinians are to a certain extent wards of the United Nations Relief and Works Agency (UNRWA), which was founded in 1949 to support those displaced by the Israelis. In 1949 there were less than one million refugees, but today, due to large families and other population growth, the number who technically qualify for UNRWA's assistance is over 5 million. Services include education, health care, food security and other essentials, to some 800,000 Palestinians registered as refugees in the West Bank and 1.3 million people in the Gaza Strip, as well as 534,000 in refugee camps in Syria, 464,000 more in

534,000 in refugee camps in Syria, 464,000 more in Lebanon and also 2 million in Jordan. Approximately 1 million refugees have no documents other than an UNRWA identification card.

Israel has long been highly critical of UNRWA and the Donald Trump Administration predictably followed its lead to eliminate funding to the organization in August 2018.

The so-called peace plan being promoted by the Trump Administration has been rightly described as a non-starter as it is a wish list for Israel that will permit annexation of much of the West Bank with a rump Palestinian state that has no control over its airspace, water, borders or defense in place for those Arabs who can be induced to remain. It would mark the clearly perceived end of any Palestinian aspirations for either statehood or even for an acceptable relationship marked by mutual respect with its de facto Jewish overlords.

American antipathy towards the Palestinians, particularly as expressed by Evangelicals, is somewhat surprising as there has long been a vibrant Christian community in Palestine that has been sharply diminished through the actions of the state of Israel. Residents and church leaders describe the nervousness of the tiny Christian communities in Israel, caught between larger Muslim and Jewish populations. Like other Palestinians, Christians face land seizures, arbitrary arrests, home demolitions and collective punishment that come with the Israeli occupation. Recently radical Jewish settlers have become more active, defacing Christian churches and cemeteries while also threatening and spitting on clergy in the streets.

In and around Bethlehem, Christians constituted 80 percent of the population in 1950 and are only around 12 percent today. Jewish settlements have annexed land owned by Christians in many areas. In Israel itself, Christians were 21 percent of the Arab population in 1948 but number only 8 percent today, just 2 percent of the total population. The process has been described as "a quiet ethnic cleansing… not large-scale massacres or large-scale deportations, but it is bit by bit over many years with a variety of policies which Christians are not necessarily attacked as Christians but they are marked by being Palestinians."

This year Palestinians are expressing themselves on Nakba Day to demonstrate their rejection of the Trump peace plan as well as of the new Israeli Benjamin Netanyahu led government's intention to annex large portions of the West Bank, to include the entire Jordan River Valley, after July 1st. They have adopted the hashtag #COVID1948, which seeks to equate the current devastation resulting from the coronavirus with the catastrophe that occurred to the Palestinian people in 1948 at the hands of the Israelis. It is reportedly trending on social media and is in one sense an eloquent reminder of the wrongs committed against an entire people, to include a deliberate policy of ethnic cleansing that bore fruit in 1948-9. It is also a reminder that the Palestinians are a stubborn and self-aware people who will not just go away because the Israelis and the United States would like to see that happen.

<u>Source</u>: *Adapted from an article by Philip Giraldi; published in American Herald Tribune.*

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.17

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore